اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

جلد ۲۱ شمارہ ۱۰
شوال ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ
جولائی ۱۹۸۶ء

فون نمبر
دیہاتی ۲
دارالعلوم ۴
الحق ۴۰

ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک

مدیر :- سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ	۴۰/ روپے	بیرون ملک بحری ڈاک	چھ پونڈ
فی پرچہ	۴/ روپے	بیرون ملک ہوائی ڈاک	دس پونڈ

مولانا سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

متحدہ شریعت محاذ کے زیر اہتمام ۷ رجولائی کو ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ شریعت بل منظور کرانے کے سلسلہ میں
اسلام آباد میں قومی اسمبلی ہال کے سامنے حمیت ایمانی ، غیرت اسلامی اور دینی درد سے سرشار تین لاکھ سے زائد
کا تاریخی مظاہرہ ہوا ۔ اور اس کے فوراً بعد ملکی سطح پر چھوٹے بڑے شہروں میں محاذ کی تشکیل ، احتجاجی مظاہرے
پر امن جلوس ، بیداری کی لہر اور باہمی اتحاد کی شکل میں انقلاب آفرین نتائج دراصل شریعت بل ، غلبۂ حق کی کوشش
نوائے حق کی بانسری اور اس کی روح پرور آواز ہے جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے ۔ پاکستان
کی سرزمین اس آوازِ حق سے گونج رہی ہے باطل کے در و دیوار لرز گئے ۔ جعلی اسلام پسندی ، کھوکھلے نعرے اور
منافقانہ پالیسیوں کا پردہ چاک ہونے لگا ۔ یہ اتحاد و یگانگت ، خلوص و دیانت اور جذبۂ انقلاب اسلامی کا ادنیٰ
کرشمہ ہے کہ سینیٹ اور قومی اسمبلی میں علماء اور ان کے رفقاء کی بھرپور مساعی سے نواں ترمیمی بل منظور کیا
گیا ہے ۔ مگر یاد رہے کہ یہ نہ منزل ہے اور نہ قوم اس سے لیلائے مقصود تک پہنچ سکتی ہے ۔ قوم شریعت بل کا
نفاذ چاہتی ہے ۔ شریعت بل ملک کے ہر فرد اور بچے بچے کی جان و دل بن چکا ہے مگر کچھ ازلی بدنصیب
ایسے بھی ہیں جن کا دل روشنیٔ ایمان سے محروم ، جن کا باطن اسلام کی خاطر مرمٹنے کے جذبات سے عاری اور جو
آنکھوں کے نہیں دل کے اندھے ہیں وہ اسے تنگ نظری اور فرقہ واریت پر محمول کرتے ہیں ۔ ایسوں کے خود ساختہ
دجل و تلبیس پر شریعت بل صاعقہ بن کر گرا ۔ اور اب ان کی سازشوں کا چکر تیز تر اور گہرا ہوتا جا رہا ہے حالانکہ
یہ مسئلہ صرف محرکین بل ، متحدہ شریعت محاذ ، ارکانِ پارلیمنٹ یا صرف برصغیر کا نہیں بلکہ یہ مسئلہ روئے زمین
پر بسنے والے محمد عربی ؐ کے ہر نام لیوا امتی اور دربارِ رسالت ؐ کی چوکھٹ سے تعلق رکھنے والے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ
کارکن کا ہے ۔ ارباب اقتدار کے "تاخیری حربوں" ، اسلام دشمن عناصر کے لادینی ہتھکنڈوں نے قوم کو مجبور کر دیا ہے
کہ وہ متحدہ شریعت محاذ کی شکل میں منظم ہو کر دجل و تلبیس کے سارے نشانات ایک ایک کر کے مٹا دیں ، اسلام کا
لبادہ اوڑھ کر ملک میں امریکی اور سامراجی اسلام ، منافقانہ نظام ، میکیاولی سیاست اور دجالی کفر کو جب تک پوری طرح
ٹھکانے نہ لگایا جائے گا پوری امت اپنے محبوب پیغمبر ؐ کے سامنے سرخرو نہ ہو سکے گی ۔ قوم اسلام کے شجرہ طوبیٰ کے زیر سایہ
عاطفت اور قصر شریعت کی پناہ میں رہنے کا فیصلہ کر چکی ہے ۔ وہ اپنے تمام اغراض اور مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر اس کی
ہر دیوار اور بنیاد کو اعدائے اسلام کے نقب سے بچانے کو اپنا فرض سمجھتی ہے جو طاقتیں اور باطل قوتیں ، شریعت بل کی راہ میں
رکاوٹ پیدا کرنے یا اس میں تحریف کرنے کی نامسعود سعی کریں گے انہیں ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ، تاراج اور مفلوج کر دیا جائے گا
جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق کے بقول "جمیعت اسلامی سے سرشار باشندے یقین کر چکے ہیں کہ یہ وقت بدر و حنین کا ہے جمل و صفین کا نہیں"

واللہ فی عونکم ما دمتم فی عون الاسلام (ادارہ)

افادات: شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ — ضبط و ترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی

دعوات عبدیت حق

نئے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب سے خطاب

محترم بزرگو، حضرات اساتذہ کرام اور معزز طلبہ،
ہم اللہ کی حمد و ثنا اور شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ کی بہت نعمتیں ہیں۔

وان تعدّوا نعمة اللہ لا تحصوها

اللہ نے ہم پر احسان کیا کہ انسان کی شکل میں پیدا فرمایا۔ پھر طالب علم بنایا۔ علم کا خادم بنایا۔ دیکھو! نالیاں صاف کرنے والے بھنگی بھی تو ہماری طرح کے انسان ہیں۔ مگر اللہ نے ہمارے لئے پاک حالت، باوضو رہنے کی زندگی اور قرآن و حدیث سے وابستہ رہنے کے لمحات پسند فرمائے۔ ہمیں اپنے اساتذہ، علماء اور کتاب و سنت کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا موقعہ بخشا۔ یہ عزت بہت بڑی عزت ہے اس شرف کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں پہنچ سکتی۔ یہ خوبیاں نہ صدارت میں ہیں نہ وزارت میں۔ اور نہ جرنیلی میں ہے۔ دنیا و مافیہا کی نعمتیں اس کے برابر نہیں پہنچ سکتیں۔

بادشاہی ملی تو فرعون و نمرود کی نیابت ملی۔ وزیر ہوا تو ہامان کے قائم مقام ہوا۔ فوجی جرنیل ہوا تو رستم کی جانشینی ملی۔ لیکن اس سے نبوت کی نیابت اور حضورؐ کی سنّت کی سعادت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ یہ عہدے اور مناصب سنّتِ رسولؐ کے مقام و عظمت تک پہنچ سکتے ہیں۔

ہمیں نہ عہدوں کی ضرورت ہے نہ تاج و تخت کی ضرورت ہے نہ وزارت اور صدارت کی ضرورت ہے نہ موٹروں اور بنگلوں کی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے خدا نے یہ تاج علم کا جو اعزاز بخشا ہے ہم اس پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔

خدا کی قسم! اگر تمام دنیا اور جنت و مافیہا کی نعمتیں ایک طرف کر دی جائیں اور دوسری طرف قال اللہ وقال الرسول کی نعمت کو رکھا جائے۔ تو یہ ساری نعمتیں اس کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتیں۔ آئندہ اسباق میں اساتذہ حدیث آپ کو بتائیں گے۔ کہ کتب حدیث میں صحاح ستہ کا مقام کیا ہے۔ صحاح میں ہر ایک کتاب اور اس کا درجہ کیا ہے۔ بخاری و مسلم کا درجہ کونسا ہے۔ ہر ایک کتاب کا اپنا طرز ہے۔ اپنے شرائط ہیں ہر مصنف

کے اپنے اصول ہیں۔

آج ہم دارالعلوم کے تعلیمی سال کی افتتاح درس ترمذی سے کر رہے ہیں۔ یہ پانچویں درجہ میں ہے اس سے قبل بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی کا درجہ ہے۔ مگر اس قدر یاد رہے۔

کہ ہمارے اکابر، علماء دیوبند، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے طرز پر تدریس حدیث کرتے ہیں۔ ہمارے اساتذہ، تدریس حدیث میں طلبہ کے فائدے اور علمی استفادہ کو ملحوظ رکھتے ہیں اس وجہ سے علم حدیث کی تدریس میں مرکز اور محور کے طور پر ترمذی کو مباحث علمیہ و درسیہ میں خصوصیت دی جاتی ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ امام ترمذی نے اپنی تصنیف میں بخاری اور مسلم کی نسبت تسہیل اور تفصیل کی ہے۔ شوافع، احناف، موالک اور بلکہ عراقیین اور شوافع کے لئے علیحدہ علیحدہ ابواب قائم کئے ہیں۔ ترجمۃ الباب قائم کرکے اس کی دلیل لاتے ہیں۔ بیان مسائل کے لحاظ سے جس قدر اختلاف مذاہب ہے اس کا اکثر حصہ ترمذی میں بیان کردیا گیا ہے۔

گو سنن ترمذی کا حجم چھوٹا ہے لیکن علوم کا سمندر ہے۔ بعض اوقات تیس تیس صحابہ یا اس سے زائد راویوں کو اشارہ کردیا جاتا ہے۔ گویا علوم اور مرویات حدیث کا خزانہ ہے۔ ایک دلیل کی جگہ و فی الباب سے کثیر دلائل کو یکجا کردیا گیا ہے۔

ترمذی سے قبل کے درجات کی چاروں کتابیں اپنی ترجیحات کا ذکر کرتی ہیں۔ امام ترمذی بھی اپنی ترجیحات بیان فرماتے ہیں۔ لیکن یہ ان کا بڑا احسان ہے۔ کہ ہمیں معلوم ہوجاتا ہے کہ شوافع حضرات، مالکیہ حضرات، حنفیہ حضرات کے علاوہ سفیان، احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ کے مذاہب و دلائل کیا ہیں۔ علاوہ ازیں ترمذی میں حدیث کا درجہ حسن، صحیح اور ضعف و قوت کی تصریح بھی کردی گئی ہے۔ جس سے دلیل کی حیثیت معلوم ہوجاتی ہے۔

تحصیل علم اور مذاہب و دلائل کی وسعت کے پیش نظر ترمذی کو ترجیح حاصل ہے۔ ترمذی میں حدیث کے چودہ علوم بیان کردیئے گئے ہیں۔ افہام تفہیم کے لحاظ سے بھی ترمذی آسان کتاب ہے۔ سند کی قوت اور فضیلت و رتبہ کے لحاظ سے الا ریب چاروں کتابیں بڑھ کر ہیں۔ مگر تفصیل و تسہیل اور سیرت و تفہیم کے لحاظ جو مقام ترمذی کو حاصل ہے۔ وہ اس کی اپنی امتیازی شان ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی آسانی کے پیش نظر، مجھ جیسے غبی طالب علم کو بھی کچھ سمجھ لینے کی توفیق ارزانی فرماتے ہیں۔

دراصل اس تفصیل سے اس وہم کا ازالہ کرنا مقصود تھا کہ جب ترمذی اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے تو اس سے تعلیمی سال کی افتتاح ہونی چاہیے تھی۔ لہٰذا اب جب تفصیل آپ کے سامنے آگئی۔ تو وہم کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی رحم اللہ خلفائی۔ یا اللہ میرے خلفا پر رحم فرما۔ صحابہ نے سنا تو خوش ہوئے اور عرض کیا من خلفارک۔ آپ کے خلفار کون ہیں؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علمار میرے خلفار ہیں۔ آپ سب علم کی تحصیل کے لئے گھروں سے نکلے ہیں۔ خدا نے علم کی عزت بخشی ہے۔

دعا ہے کہ باری تعالیٰ سب کو اس کا مصداق بنادے۔ حضور کی خلافت یہی ہے۔ کہ یہاں دارالعلوم میں حدیث رسول کی تعلیم حاصل کرلی جائے۔ اور پھر فراغت کے بعد اپنے علاقہ اور اپنے وطن میں جاکر بلکہ پوری دنیا میں اس کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ ہمیں ایسی کوتاہیاں نہیں کرنی چاہئیں کہ حدیث پڑھیں اور نازرہ جائے۔ حدیث بھی پڑھیں اور جھگڑے بھی کریں اور ایسے نامناسب اور نازیبا حرکتیں کریں جو شریعت میں حرام ہیں۔

حدیث رسول کے ہم پر بڑے حقوق ہیں۔ ہم اس کے حقوق کب ادا کرسکتے ہیں۔ میں خود آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے ساری عمر حدیث کے ساتھ خدمت کا تعلق بخشا ہے۔ مگر میں بغیر کسی تواضع کے واقعتہً یہ حقیقت کہتا ہوں کہ میں گنہگار ہوں۔ میں ہر لحاظ سے قصوروار ہوں۔ میں حدیث رسول کا کوئی حق ادا نہیں کرسکا۔ اور اگر سینکڑوں سال عمر بھی مل جائے تب حقوقِ حدیث میں ہزارواں حصہ بھی ادا نہ کرسکوں گا۔

آپ قاضی پڑھتے ہیں، شمس بازغہ پڑھتے ہیں۔ صدرا پڑھتے ہیں یہ سب بالطبع ہیں اصل علم، علم حدیث ہے گھر ہو اور اس میں غسل خانہ نہ ہو تو ناقص رہتا ہے۔ علم حدیث میں کمال اور مہارت اور فہم کی جلا کا فائدہ منطق سے حاصل ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے طلبہ علم حدیث کے طلبہ کے لئے سرسبزی و شادابی اور خوشحالی وخوش بختی کی دعا کی ہے۔ نضر اللہ امرأ من سمع مقالتی الخ۔ مگر یہ سعادتیں خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی ہیں۔ ادب اور کمال ادب سے حاصل ہوتی ہیں۔ ادب میں وجدان چلتا ہے۔ محبت چلتی ہے۔ عقل اور منطق نہیں چلتی۔ مثلاً کتاب پر روٹی رکھنا بے ادبی ہے۔ اور اگر کوئی منطقی ایسا کرے اور آپ اسے کہہ دیں کہ بھائی یہ بے ادبی کیوں؟ تو وہ منطقی انداز میں کہہ سکتا ہے کہ ارے بھائی! اس میں بے ادبی کا کیا سوال؟ کیا روٹی پاک چیز نہیں ہے۔ بے ادبی تب ہوتی جب ناپاک چیز کو کتاب پر رکھ دیتا۔

اصل چیز ادب اور تواضع ہے ایک واقعہ جو حضرت امام ابوحنیفہ کا مشہور ہے اور اسی نوعیت کا ایک واقعہ امام زین العابدین سے بھی منقول ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ راستہ چل رہے تھے کہ کسی نے گالیاں دینی شروع کردیں، مغلظ گالیاں۔ امام ابوحنیفہ چھ کائے گالیاں سنتے جارہے تھے جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو چوکھٹ پر بیٹھ کر گالیاں دینے والے سے کہا۔ بھائی! لو بیٹھ گیا ہوں۔ جب سیر ہو جاؤ تب گھر جاؤں گا۔ اور پھر بعد میں چند اشرفیاں بھی اپنے غلام

کی وساطت سے اس کے گھر بھجوادیں۔ کہ تم نے میرے عیوب ظاہر کرکے میرے گناہ کم کردئے۔ اور مجھ پر احسان کیا۔

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ سے دورانِ درس کہا گیا کہ حسن بصری کے مسلک پر آپ جو یہ اعتراض کر رہے ہیں سراسر غلط ہے کہنے والے نے جو آپ کے درس میں شریک اور تلمیذ تھا آپ کو اس موقع پہ ولد الزنا تک کی گالیاں دیں۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہ نہ اشتعال میں آئے نہ گالیاں دیں اور نہ غصہ کیا۔ بلکہ فرمایا۔ بھائی! آپ کا مجھے ولد الزنا کہنا بے جا ہے۔ کہ میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب بھی موجود ہیں۔

اسی نوعیت کا ایک واقعہ شاہ اسمٰعیل شہید اور حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی کا بھی بیان کیا جاتا ہے۔

بہرحال یہ علم جو پھیلا ہے اخلاق اور حضورؐ کی دعا سے پھیلا ہے۔

یہ دارالعلوم حقانیہ آپ کے سامنے ہے یہ سب حضورؐ کی حدیث کی برکتیں اور آپ کی دعاؤں کے ثمرات ہیں مجھے یاد پڑتا ہے کہ اوائل میں ایک مرتبہ ایک صاحب نے ۲۵ روپے مجھے دئے۔ میں حیرت واستعجاب میں تھا کہ ان کو میں کیسے سنبھالوں گا۔ کتابیں کیونکر خریدوں گا۔ اور پھر ان کے اعتماد کے مطابق صحیح مصرف میں کیسے خرچ کروں گا۔ مگر اب خدا کا فضل ہے کہ اللہ نے دارالعلوم کے لاکھوں کے حساب کے لئے غیب سے رجال کار پیدا کر دئے ہیں۔

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پاس ایک شخص ڈھیروں کی رقم لایا۔ مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ عرض کی اگر خود نہیں لیتے تو طلبہ میں تقسیم فرمادیں حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ یہ کام آپ خود بھی انجام دے سکتے ہیں۔ جب بانی دارالعلوم مسجد میں درس دینے لگے تو جوتے اتار کر باہر رکھ دئے تو اس عقیدت مند نے وہ رقم جوتوں میں رکھ دی اور خود چلا گیا۔

بعد میں حضرت نانوتوی نے اپنے تلامذہ سے فرمایا۔ دیکھئے! ہم خدا کے فضل سے دنیا کو ٹھکراتے ہیں تو دنیا پاؤں پڑتی ہے۔ اور اگر ہم نے دنیا کی طلب کی تو دنیا دور بھاگے گی۔ ہمارے پاس ۲۵ روپے تھے مگر اب خدا کا فضل ہے یہ دارالحدیث، یہ دارالعلوم یہ ۱۵سو طلبہ، یہ عمارتیں، یہ اخراجات، بس اللہ ہی ہے جو پورا کر رہا ہے۔

عزیز طلبہ! میں کہتا ہوں! اللہ گواہ ہے تم بھی یہ نہ کہنا کہ کیا کھائیں گے، کیا پئیں گے۔ خدا کی مدد تمہارے شامل حال ہوگی۔ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے جو اللہ کی بارگاہ میں فضلاء دارالعلوم دیوبند کے لئے کفایت کی دعا کی تھی اس کے اثرات دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء میں بھی پائے جا رہے ہیں۔ اور پائے جاتے رہیں گے۔

موجودہ حالت میں اس وقت شریعت بل کا مسئلہ ایوان میں پیش ہے جسے سینٹ میں مولانا قاضی عبداللطیف اور سمیع الحق نے پیش کیا ہے۔ یہ اعزاز بھی اللہ نے دارالعلوم کو بخشا ہے ـــ حکومت نے چال چلی اور کہا کہ شریعت بل میں عوام تمہارے ساتھ نہیں۔ پاکستان کے عوام شریعت چاہتے ہیں۔ حکومت نے شریعت بل

مشتہر کر دیا۔ خدا کا فضل تھا اللہ نے توفیق دی ہم نے اس سلسلہ میں تحریک شروع کر دی۔ علماء اور فضلاء سے رابطہ قائم کیا۔ ڈویژنوں کی سطح پر علماء کنونشن بلائے۔ مانسہرہ، مردان، بنوں اور پشاور میں بڑی بڑی کانفرنسیں ہوئیں[1] اس کے بعد ہم نے اسمبلی ہال کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کا پروگرام بنایا۔ آپ نے اخبارات دیکھے ہوں گے قلیل ترین وقت میں بغیر کسی پیشگی تیاری کے معمولی سی اطلاع پر، رجولائی کو چار لاکھ سے زائد علماء، مشائخ، عوام، فضلاء، کلاء اور طلبہ نے مظاہرہ میں حصہ لیا۔ شدید بارش اور حکومت کی رکاوٹوں کے باوجود مظاہرہ کامیاب رہا۔ حکومت حیران ہے، خود ہم حیران ہیں کہ اس قدر مختصر وقت میں اتنی بڑی تعداد میں دین توحید کے پروانے کہاں سے جمع ہو گئے۔

میں اسے غیبی نصرت سمجھتا ہوں۔ یہ اللہ کی مدد تھی۔ آسمانی فرشتے تھے۔ جس نے دین کے وقار اور شریعت بل کی عظمت اور علماء کی عزت کو بڑھا دیا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

آپ کو میری حالت معلوم ہے۔ امراض و عوارض کا مجموعہ ہوں۔ ایک قدم اٹھانے کی سکت نہیں ہے۔ مگر جب شریعت کی بات تھی، نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا مسئلہ سامنے آیا۔ شریعت بل کی بات آئی تو میرے پاس کیا ہے جو خدا کے حضور پیش کروں۔ یہی پرانی اور بوڑھی ہڈیوں کا لاشہ اور ڈھانچہ، آخر میں اندھا بوڑھا، کمزور، گنہگار لاغر کیا کر سکتا ہوں اور کس کام کا ہوں۔ تاہم میں نے اس کو نجات کا ذریعہ سمجھا اور عین ممکن ہے کہ باری تعالیٰ اسی راہ پر ہمیں قبول کر کے شاید آخرت میں سرخروئی کا ذریعہ بن سکے۔

اس مصروفیت کی وجہ سے دارالعلوم کے افتتاح میں بھی ایک دو روز کی تاخیر ہوئی۔

بہرحال والدین نے آپ کو تحصیل علم کے لئے بھیجا ہے اللہ پاک کا ارشاد ہے

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

آپ اپنی پوری توجہ تعلیم پر مرکوز کر دیں۔ جب علم میں کمال آئے گا تو دنیا خود تمہارے دروازے کھٹکھٹائے گی آج مجاہد کبیر جلال الدین حقانی فاضل حقانیہ کا چہار دانگ عالم میں چرچا ہے کہ اس نے دارالعلوم کے اساتذہ اور علم کا حق ادا کیا ہے۔ آج اکیلے ہو مگر جب علم کے تقاضے پورے کرو گے تو چار لاکھ علماء اور عوام کا عظیم مجمع تمہارے ساتھ ہوگا۔ افغانستان کی جنگ میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلباء لڑ رہے ہیں دشمن کے مقابلہ میں ان کی تعداد

---

[1] اس موقع پر تقریباً صوبہ سرحد کے بیس ہزار سے زائد علماء کرام نے حضرت شیخ الحدیث کے دست حق پرست پر شریعت بل کے منوانے کے لئے عملاً جہاد کرنے اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے بیعت کی (س ق ح)

انگلیوں پر گنی جاتی ہے مگر خدا نے انہیں کامیابیاں دیں۔ کہ وہ علم کے تقاضے پورے کرکے نکلے ہیں۔

فلسطین میں جنگ ہے ۱۲ لاکھ یہودی، چودہ کروڑ مسلمانوں کو لوہے کے چنے چبوا رہے ہیں۔ وہاں علمی قیادت نہیں ہے اسلامی قیادت کا فقدان ہے۔

ان تنصر اللہ ینصرکم۔ فلسطین میں مسلمانوں نے اسلامی تہذیب و تمدن اور تعلیم و اخلاق ترک کردئے ہیں۔ لباس معاشرت، شکل و صورت یہودیوں کی بنا رکھی ہے جبکہ افغانستان میں بدر واحد کی یاد تازہ ہو رہی ہے۔ وہی اخلاق، وہی صورت وہی جہاد، وہی عمل اور وہی لباس۔ اس لئے خدا کی نصرتیں ان کے ساتھ ہیں

الحمدللہ خدا کا احسان ہے۔ اب کے حالات آپ کے سامنے ہیں ہم نے اپنی ذات یا مفاد کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور ہمارا ذاتی مفاد کیا ہوگا۔ خدا نے الحمدللہ سب کچھ دیا ہے۔

یہ صرف دین ہی کی عزت ہے۔ بڑے بڑے لوگ ملاقات کرنا چاہتے ہیں دارالعلوم آنا چاہتے ہیں مگر ہم نے اس لئے انکار کر دیا ہے کہ یہ غریبوں اور فقیروں کی جھونپڑی ہے ہمیں امیروں سے کیا واسطہ۔ آج کراچی ملتان۔ لاہور اور پشاور ملک کے چپے چپے سے شریعت بل کی حمایت میں آواز اٹھ رہی ہے۔ اور لوگ علماء حق کی پشت پر کھڑے ہیں۔

خود میرے پاس کیا ہے بنگلہ نہیں۔ اپنی موٹر تک نہیں۔ ایک جریب زمین نہیں۔ کوئی دولت نہیں۔ مگر یہ دین کی برکتیں ہیں کہ اجلاس بلایا اور احتجاجی مظاہرہ کی درخواست کی تو علماء و مشائخ اور مسلمانان پاکستان کا سیلاب تھا جو اسمبلی ہال کے سامنے ایک طوفانی سیلاب امڈ آیا۔

من آنم کہ من دانم۔ میری کوئی حیثیت نہیں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے اس کی عنایت ہے مجھے اپنے وجود پر اور اعذار پر جب سوچنے کا کوئی موقعہ ملتا ہے تو مجھے یقین ہوتا ہے۔ کہیں تو بوڑھا اور لنگڑا ہو چکا ہوں کس کام کا ہوں۔ مگر اللہ کی بارگاہ میں کوئی عذر نہیں بن پڑتا۔ یہی وجہ تھی کہ مجھے اپنے عوارض اور ضعف و نقاہت کے پیش نظر اس بار کے الیکشن میں قطعی طور کھڑے نہ ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ صرف تحصیل کیا علاقہ بھر اور ملک بھر کے اکابر علماء اور مشائخ نے رائے دی، دباؤ ڈالا اور مجھے مجبور کر دیا کہ الیکشن لڑوں، پھر الیکشن ہوا۔ میں خود گھر سے باہر نہیں نکلا۔ کنویسنگ نہیں کی۔ مجھے خود اپنے لئے اپنا ووٹ ڈالنا شرم آتی تھی۔ کہ میں اپنے لئے اہلیت کا دعویٰ کیسے کروں۔

مگر لوگوں نے مجھے دیکھے بغیر اعتماد کیا۔ اور مجھے بڑی بھاری اکثریت سے کامیاب کرایا۔ اور اب جو اس حالت میں اجلاس میں شرکت کرتا ہوں۔ متحدہ محاذ شریعت کی تشکیل کی ہے۔ مظاہرہ میں شرکت کی ہے یہ اس لئے کہ میرے سامنے اپنے دارالعلوم دیوبند کے ایک مہربان استاد مولانا عبدالسمیع کا واقعہ ہے۔

مشکوٰۃ شریف پڑھایا کرتے تھے جب بیمار ہوئے تو استعفیٰ دیدیا۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ان سے فرمایا۔

عبدالسمیع ! کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ کی بارگاہ میں ایسی حالت میں جاؤ کہ مشکوٰۃ شریف تمہاری بغل میں ہو تو میں عرض کرتا ہوں کہ میرے پاس کیا ہے سوائے حدیث رسولؐ کے۔ سوائے قال اللہ وقال الرسولؐ کے۔ سوائے نظام شریعت کی دعوت کے، اب جی یہی چاہتا ہے کہ موت ایسی حالت میں آئے کہ زبان پہ قال اللہ وقال الرسولؐ ہو اور ہاتھ میں نظام شریعت کا جھنڈا ہو۔

متحدہ شریعت محاذ کو بظاہر جو کامیابی حاصل ہو رہی ہے میں اس پہ فخر کرتا ہوں، عجب اور تکبر کے طور پہ نہیں کیا یہ خالص اللہ کا فضل ہے۔ ہم کچھ نہیں، سب کچھ خدا ہے۔ ہم زندہ باد، مردہ باد پہ خوش نہیں ہوتے۔ خدا نہ کرے کہ کفران نعمت یا تکبر سرزد ہو اور ساری نعمتیں چھین لی جائیں۔

اللہ نے دارالعلوم کو حدیث، تفسیر، فقہ اور فنون کے لئے اکابر و مشائخ اور بہترین اساتذہ کا حسین گلدستہ عطا فرمایا ہے۔ یہ سب اکابر دیوبند کی برکتیں ہی ہیں۔ ان کی کشف برداری پہ ناز ہے۔ آپ کا اور ہمارا یہ فرض ہے کہ آج کی بابرکت محفل میں دارالعلوم کے قدیم و جدید سرپرست و معاونین، اساتذہ و مشائخ، بانیین و مخلصین اساتذہ و انتظامیہ اور تمام کارکنوں کے حق میں دعا کریں خواہ وہ ملک یا بیرون ملک سے تعلق رکھتے ہوں اللہ ہم سب کے لئے دین کا راستہ آسان کردے اور سب کو دنیا و آخرت کی لازوال نعمتوں سے مالا مال کردے۔ آمین

از مولانا شہاب الدین ندوی

متاع یا "مُتعۂ طلاق" پر ایک تحقیقی نظر

قرآنی حقائق و معارف کی روشنی میں

نفقۂ مطلقہ کے سلسلے میں قرآن کو بنیاد بناکر جو نزاعی بحثیں بھارت کے طول و عرض میں کی جاچکی ہیں ان کا تعلق سورہ بقرہ کی آیت ۲۳۶، اور ۲۴۱ سے ہے۔ جن میں "متاع" کا لفظ لایا گیا ہے اور اسلامی شریعت میں اس سے مراد "متعہ طلاق" ہے۔ جو ایک اصطلاح کی حیثیت سے اسلامی لٹریچر میں رائج ہے۔ مگر مخالفین شریعت اور بعض مفاد پرستوں نے اس کو "نفقۂ مطلّقہ" ثابت کرنے کی راہ میں اپنا سارا زور اور پوری توانائیاں صرف کردیں تاکہ اسلامی شریعت کا حلیہ بگاڑا جاسکے۔ لہٰذا اس موقع پر اس لفظ اور اس کی حقیقت و ماہیت اور اس کے دائرہ کار کا ایک تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔

متاع یا "مُتعۂ طلاق" کی اس بحث کا تعلق تفسیر اور فقہ قرآن سے بہت گہرا ہے۔ چونکہ اس سلسلے میں مفسرین اور فقہا بلکہ خود سلف صالحین میں بھی کئی اختلافات اور متعدد فقہی مسلک پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا جب ایک مرتبہ یہ بحث چھیڑ دی جائے تو پھر اس سلسلے میں تمام اختلافات اور فقہی مسلکوں پر بھی ایک سیر حاصل بحث کرنی ضروری ہو جاتی ہے۔ ورنہ اس کے بغیر بعض مواقع پر خواہ مخواہ الجھن پیدا ہوگی۔ بلکہ بعض مقامات پر مسئلہ واضح نہ ہونے کی صورت میں اندیشہ ہے کہ اس سے تفسیر اور فقہ کے بارے میں خواہ مخواہ بدگمانیاں پیدا ہوں گی ویسے بھی چونکہ آج کل اسلامی شریعت کے ساتھ ساتھ اسلامی فقہ کے خلاف بھی جس انداز سے مہم چلائی جا رہی ہے اس کے پیش نظر ضروری ہے کہ تمام مسائل و حقائق و واقعات کی روشنی میں تشفی بخش طور پر اور پورے دلائل کے ساتھ پیش کیے جائیں۔

لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر اس موضوع سے متعلق مباحث ضروری تفصیل کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں تاکہ اسلامی شریعت موجودہ آزمائشی دور سے صحیح سلامتی کے ساتھ نکل سکے۔ اور تحریف و تلبیس اور دجل و فریب کا پردہ پوری طرح چاک ہوجائے۔ اس بحث میں تین اہم ترین الفاظ کی تحقیق کرنی ہے جو یہ ہیں۔

(۱) متاع (۲) معروف (۳) اور نفقہ۔ کیونکہ آیت زیر بحث (البقرہ ۲۴۱) میں "متاع بالمعروف" کے الفاظ آئے ہیں اور متاع کا صحیح مفہوم اس وقت تک پوری طرح واضح نہیں ہوسکتا جب تک کہ لفظ نفقہ یا انفاق کے ساتھ اس کا تقابلی مطالعہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں یہ دونوں الفاظ مختلف مواقع پر مختلف مدلولات کے حامل نظر آتے ہیں جن کے مواقع استعمال میں بڑا فرق اور نزاکت ہوتی ہے۔ اس فرق کو پیش نظر نہ رکھنے کے باعث صحیح مفہوم کے تعین میں دشواری پیش آتی ہے۔ اور بسا اوقات مطلب غلط ملط ہوجاتا ہے۔

اس جائزے کے بعد ہی اسلام میں عورت کے مقام و مرتبے اور اس کے معاشی تحفظ کی صحیح قدر و قیمت واضح ہوسکتی ہے۔ کہ اسلام نے قدم قدم پر دنیا کے اس مظلوم طبقے کا کس قدر خیال رکھا ہے۔ اور دیگر مذاہب کے مقابلے میں اس کی قدر و منزلت کتنی بڑھائی ہے۔ مگر ضرورت اس کی ہے کہ تعصب کی عینک ہٹا کر ہر چیز کا کھلے ذہن و دماغ کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔

لفظ متاع کی تحقیق کلام عرب میں

قرآن مجید میں لفظ متاع اور اس کے مشتقات (مثلاً مَتَّعْتُ، مَتَّعْنَا، مَتَّعْنَاهُم، يُمَتِّعْكُم، مَتِّعُوهُنَّ، تَمَتَّعُوا، اسْتَمْتَعْتُم وغیرہ) سترہ مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس لفظ کے کئی معنی ہیں۔ اور وہ قرآن مجید میں مختلف مفہومات کے لئے بولا گیا ہے۔ لفظ متاع "تمتیع" (نفع رسانی) سے ماخوذ ہے۔

اسی طرح اس مادے (ROOT) کا ایک دوسرا لفظ "مُتْعَہ" بھی ہے جو تقریباً "متاع" ہی کا ہم معنی ہے۔ اور یہ دونوں "تمتیع" کے اسم ہیں۔ جو مصدر کے قائم مقام ہیں[1]

اس طرح یہ دونوں الفاظ بعض اعتبارات سے ہم معنی ہیں۔ اور ان میں باہم کچھ فرق بھی ہے مگر قرآن میں صرف متاع ہی کا لفظ آیا ہے۔ متعہ کا لفظ نہیں لایا گیا۔

اوپر جو الفاظ (مَتَّعْتُ۔ يُمَتِّعْكُم اور مَتِّعُوهُنَّ وغیرہ) مذکور ہیں۔ ان سب کا "مصدر" تَمْتِيعٌ ہے۔ جس کے حسب ذیل معانی ہیں۔

۱- مَتَّعَ الشَّيْءَ : طَوَّلَهُ ——— کسی چیز کو لمبا کرنا۔

۲- مَتَّعَهُ اللّٰهُ : عَمَّرَهُ ——— عمر دراز کرنا۔

---

[1] المتاع و المتعة اسمان يقومان مقام المصدر الحقيقي وهو التمتيع (لسان العرب ابن منظور : ۸/۳۳۱ مطبوعہ بیروت) والمتعة ـ بالضم و الكسر ـ اسم للتمتيع كالمتاع (القاموس المحيط مجدالدين فيروز آبادى : ۳/۸۳ مطبوعہ بیروت)

۳- مَتَّعَہُ اللّٰہُ بِکَذَا : اَمْتَعَہُ - اللہ کا کسی کو کچھ مدت تک نفع اٹھانے دینا۔

مَتَّعَ الرَّجُلُ مُطَلَّقَتَہُ : اَعْطَاھَا الْمُتْعَۃَ بَعْدَ الطَّلَاقِ - مطلقہ عورت کو طلاق کے بعد مُتعہ یعنی تحفہ دینا[1]

چنانچہ اس طرح طلاق کے بعد عورت کو جو تحفہ دیا جاتا ہے اس کو "متعۃ الطلاق" (تحفۂ طلاق) یا "متعۃ المرأۃ" (عورت کا تحفہ) کہا جاتا ہے اور یہ ایک اسلامی اصطلاح کی حیثیت سے عربی لغات کی تمام کتابوں میں مذکور ہے۔

وَمُتْعَۃُ الْمَرْأَۃِ مَا وُصِلَتْ بِہٖ بَعْدَ الطَّلَاقِ لِتَنْتَفِعَ بِہٖ مِنْ نَحْوِ مَالٍ اَوْ خَادِمٍ اور عورت کا تحفہ وہ چیز ہے جو طلاق کے بعد اُس کو فائدہ اٹھانے کی غرض سے دیا جائے۔ جیسے کچھ مال یا کوئی خادم[2]

ومتعۃ المراۃ ما وصلت بہ بعد الطلاق اور عورت کا تحفہ وہ چیز ہے جو طلاق کے بعد اس کو دیا جائے[3]

متعۃ المرأۃ ما وصلت بہ بعد الطلاق من نحو القمیص والازار والملحفۃ وھی "متعۃ الطلاق"۔ عورت کا تحفہ وہ چیز ہے جو وہ طلاق کے بعد پائے۔ جیسے قمیص، ازار اور اوڑھنی اور اس کو "تحفۂ طلاق" کہا جاتا ہے[4]

ومتّع الرّجل مطلقتہ : وصلّھا ببعض الخیر جبراً لوحشۃ الفراق، کان یعطیھا ثوباً او خادماً او نقداً کسی شخص کے اپنی مطلقہ کو مُتعہ دینے کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کی اداسی کو دور کرنے کی غرض سے کوئی فائدہ بخش چیز جیسے کوئی کپڑا یا خادم یا نقدی دے دے[5]

حدیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ۔ کتاب الطلاق میں ایک باب ملتا ہے جس کا عنوان ہی "باب متعۃ الطلاق" ہے۔ یعنی "تحفۂ طلاق کا بیان" اور اس باب میں جو حدیث مذکور ہے اس کے مطابق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت (عمرہ بنت الجون) کو طلاق دے کر تین کپڑے عطا کئے تھے[6]

یہ ہے مطلقہ عورتوں کو "متاع" یا "متعۂ طلاق" دینے کا صحیح مفہوم اور اسلامی تصور۔

(نوٹ) مُتعہ کے معنی اگرچہ تحفہ کے نہیں ہیں مگر اردو زبان میں اس مفہوم کی ادائیگی کے لئے میں نے اس سے بہتر لفظ نہیں پایا۔

---

[1] خلاصہ از لسان العرب، القاموس المحیط، المعجم الوسیط، المنجد۔ [2] المعجم الوسیط ۸۵۳/۲ مطبوعہ مصر۔ [3] لسان العرب ۳۳۰/۸، القاموس المحیط ۸۳/۳ [4] المنجد، لوئیس معلوف ص ۷۹۹، ۱۹۵۶ء [5] معجم الفاظ القرآن الکریم ۶۰۶/۲ مطبوعہ مصر [6] ابن ماجہ ابواب الطلاق ص ۱۴۷ دیوبند۔

اب آئیے لفظ متاع اور متعہ کے تفصیلی جائزے کی طرف۔ تو اس سلسلے میں عربی گرامر کے مطابق ان الفاظ کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک مصدر یا قائم مقام مصدر ہونے کی حیثیت سے اور دوسرے ان کے اسم ہونے کی حیثیت سے تو جہاں تک ان کے مصدر یا حاصل مصدر ہونے کا تعلق ہے ان دونوں میں لفظ "تمتیع" کے وہ تمام معانی پائے جاسکتے ہیں جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ اور "تمتیع" میں جو مرکزی مفہوم پایا جا رہا ہے وہ وقتی یا عارضی "نفع رسانی" ہے اور اس لحاظ سے "متاع" کا بنیادی مفہوم عارضی فائدہ یا کوئی ایسی چیز ہے جو وقتی و عارضی طور پر فائدہ پہنچانے والی ہو۔ اس کی جمع اَمْتِعَۃٌ آتی ہے۔ بہر حال زبان کی سب سے بڑی لغت "لسان العرب" میں لفظ متاع کے حسب ذیل معانی مذکور ہیں:-

۱۔ مال۔ ۲۔ اثاثہ۔ ۳۔ گھریلو اشیاء جن سے انسان اپنی ضروریات کے لئے فائدہ اٹھائے۔ ۴۔ اس قسم کی کوئی بھی چیز۔ ۵۔ کوئی بھی نفع بخش دنیوی چیز خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ[1]

ایک دوسری مستند لغت میں اس کی مختصر تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

۱۔ منفعت۔ ۲۔ سامان۔ ۳۔ اوزار۔ ۴۔ وہ ضروریات جن سے فائدہ اٹھایا جائے[2]

ایک جدید لغت میں متعدد معانی کو اس طرح سمیٹا گیا ہے۔ ۱۔ لطف اندوزی۔ ۲۔ ہر وہ چیز جس کی رغبت ہو جیسے ۳۔ کھانا۔ ۴۔ گھریلو اشیاء۔ ۵۔ سامان۔ ۶۔ اوزار۔ ۷۔ مال[3]

المنجد کے عیسائی مؤلف نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے۔ ۱۔ دنیوی اشیاء کی ہر چیز، سوائے سونے اور چاندی کے جس سے نفع حاصل کیا جائے۔ خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔ ۲۔ ہر وہ چیز جس کو انسان پہنتا ہے یا بچھاتا ہے۔ ۳۔ وہ چیز جس سے تھوڑا سا نفع حاصل کیا جائے اور وہ باقی نہ رہے بلکہ ختم ہو جائے[4]

اور امام راغب کے نزدیک متاع اور مُتعہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ "ہر وہ چیز جس سے کسی بھی طرح فائدہ اٹھایا جاتے وہ متاع اور متعہ کہلاتی ہے۔"[5]

مگر متاع کی سب سے اچھی اور جامع تعریف وہ ہے جو "معجم الفاظ القرآن الکریم" میں مذکور ہے جس کو مصر کی ایک علمی اکیڈمی نے مرتب کیا ہے۔

---

[1] المتاع المال والأثاث والمتاع من امتعة البيت ما يستمتع به الانسان فى حوائجه وكذالك كل شئ والمتاع كل ما ينتفع به من عرض الدنيا قليلها وكثيرها (لسان العرب جلد ۱۲ مختلف مقامات سے) [2] المنفعة والسلعة والاداة وما تمتعت به من الحوائج (القاموس المحيط ۳/۸۳۔ [3] كل ما ينتفع به و يرغب فى اقتنائه كالطعام واثاث البيت والسلعة والاداة والمال (المعجم الوسيط ۲/۸۵۲) [4] المنجد ۱۹۵۶ء

[5] مفردات القرآن راغب اصفہانی ص ۴۶۱ بیروت۔

۱۔ متاع اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے انسانی نفوس اس دنیا میں خوشگواری محسوس کرتے ہوں۔ اور وہ فناء ہونے والی ہو جیسے مال عورتیں اور بچے اور اکثر یہ باطل خواہشات کے لیے بولا جاتا ہے۔

۲۔ وہ چیز جس سے نفع حاصل کیا جائے اور بعض ضروریات پوری کی جا سکیں جیسے کپڑا، توشہ اور گھریلو چیز۔

۳۔ وہ چیز جو مطلقہ عورت کو دی جائے اور بعض مراجع کے مطابق اس میں بیوہ عورت کا نفقہ بھی شامل ہے (و نفقۃ المتوفی عنہا زوجہا فی بعض المواد۔[1])

۴۔ منفعت

۵۔ تھوڑی سی چیز جس سے نفع اور قناعت حاصل کی جائے۔

۶۔ اور کبھی کبھی متاع کا لفظ نفع رسانی اور نفع اندوزی کی جگہ بھی بول دیا جاتا ہے۔[2]

لسان العرب کے مولف علامہ ابن منظور نے مشہور امام لغت ازہری کے حوالے سے اس سلسلے میں ایک جامع کلیہ یہ تحریر کیا ہے کہ "متاع اصل میں ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے نفع، قناعت اور زادِ راہ حاصل کیا جائے اور وہ دنیا میں فنا ہونے والی ہو"[3]

ضمناً عرض ہے کہ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ حدیث شریف میں خود عورت کو بھی "متاع" کہا گیا ہے۔ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ (دنیا کا بہترین اثاثہ نیک سیرت بیوی ہے) یہ حدیث عورت اور مرد دونوں کے لئے ایک بلیغ ترین نصیحت اور بہت بڑا درس ہے جو دنیا کے سب سے بڑے معلم اخلاق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی امت کو دیا ہے۔ یعنی اس میں جس طرح ایک عورت کو نیک سیرتی پر ابھارا گیا ہے اسی طرح مرد کو بھی ہدایت ہے کہ وہ ایک خوش اخلاق بیوی کی قدر کرے۔ اگر عورت اور مرد دونوں اس اصول پر عمل کریں تو میاں بیوی کی زندگی خوش گوار بن سکتی اور طلاق کی بہت کم آسکتی ہے۔

اسلامی لٹریچر میں چونکہ لفظ متاع کا ایک مترادف لفظ "مُتعہ" بھی بکثرت مستعمل ہے اس لئے اس موقع پر اس کی بھی تھوڑی سی تشریح پیش نظر رہنی چاہیے۔

۱۔ مُتعہ کے معنی ہیں: تھوڑا توشہ اور تھوڑی خوراک۔[4]

---

[1] اس سے مراد غالباً سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۰ کے مطابق بیوہ کو عارضی گذارہ دینے کی طرف اشارہ ہے مگر یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا اس پر دوسری جگہ بحث کی گئی ہے۔ [2] معجم الفاظ القرآن الکریم: ۲/ ۶۰۴۔ مطبوعہ مصر [3] لسان العرب ۸/ ۳۲۹ [4] لسان العرب ۸/ ۳۳۲ — القاموس المحیط: ۳/ ۸۳۔

چنانچہ عربی محاورے کے متعلق کہا جاتا ہے :-

اَبْغِنِیْ مُتْعَۃً اَعِیْشُ بِہَا : اَیْ اَبْغِ لِیْ شَیْئًا آکُلُہٗ، اَوْ زَادًا اَتَزَوَّدُہٗ اَوْ قُوْتًا اَقْتَاتُہٗ لِیْ۔ اگر کسی سے یوں کہا جائے کہ "میرے لئے تھوڑا سا مُتعہ تلاش کرو جس سے میں زندگی بسر کروں" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے لئے ایسی کوئی چیز ڈھونڈ نکالو جس کو کھا سکوں۔ یا کچھ توشہ جس کو میں زادِ راہ بنا سکوں یا کچھ خوراک جس سے سدِ رمق حاصل کر سکوں[1]

۲۔ متعہ سے مراد وہ چیز ہے جو شکار یا کھانے کی قبیل سے ہو اور اس سے لطف حاصل کیا جائے[2]

۳۔ متعۃ الحج۔ حج کی تین قسموں سے ایک جس کو "تمتع" بھی کہا جاتا ہے۔ اَنْ تَضُمَّ عُمْرَۃً اِلٰی حَجِّکَ : یعنی عمرہ کو حج سے ملانا[3]

اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْحَجِّ۔ عمرہ سے حج کرنا[4]

چنانچہ قرآنِ حکیم میں جہاں پر حج اور عمرہ کے احکام و مسائل مذکور ہیں وہاں پر عمرہ کو حج سے ملانے کا جواز اس طرح ظاہر کیا گیا ہے۔

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ۔ جو کوئی عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھائے اسے قربانی دینی چاہئے۔ جو اسے میسر ہو (بقرہ ۱۹۶)

۴۔ کسی عورت سے عارضی طور پر نکاح کرنے کو بھی متعہ کہا جاتا ہے[5] جس کا اہلِ عرب میں اسلام کے دورِ اول تک رواج تھا جو بعد میں منسوخ ہوگیا۔

۵۔ مُتعۃُ المراۃ۔ عورت کا تحفہ۔ اس کی تشریح اوپر گذر چکی ہے۔

متاع کے مختلف معانی قرآن میں

متاع اور متعہ کے ان تمام معانی و مفہومات میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں الفاظ میں جو بنیادی تصور پایا جاتا ہے وہ "عارضی فائدہ" یا "مختصر لطف اندوزی" ہے اور قرآن مجید میں یہ لفظ حسب ذیل معانی میں استعمال ہوا ہے۔

ا۔ توشہ یا زادِ راہ یا نفع بخش چیز جیسے

اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُہٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَۃِ۔ سمندر کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے لئے بطور زادِ راہ حلال کیا گیا ہے (مائدہ ۹۶)

---

[1] لسان العرب، ابن منظور ۸/۳۳۲ [2] القاموس المحیط، مجدالدین فیروزآبادی ۳/۸۳ [3] ایضاً [4] لسان العرب ۸/۳۲۹ [5] ایضاً ۸/۳۲۹، قاموس ۳/۸۳

بحکم خاص کہ احرام کی حالت میں رہنے والوں کو دیا گیا ہے۔ نیز اسی معنی میں ملاحظہ ہو سورہ نحل ۸۰، اور سورۂ واقعہ ۷۳۔

۲۔ گھریلو سامان اور عام استعمال کی چیزیں۔ جیسے

وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا۔ اور یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تھا۔ (یوسف ۱۷)

نیز ملاحظہ ہو۔ نساء ۱۰۲۔ یوسف ۷۹، ۶۵، احزاب ۵۳، نور ۲۹، رعد ۱۷۔

۳۔ سامانِ حیات یا زندگی کی آسائش۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ۔ اور تمہارے لئے ایک وقت معین تک زمین میں ٹھکانہ اور سامان (زندگی) ہے۔ (البقرہ ۳۶)

اسی طرح قرآن مجید میں میوے اور گھاس کو بھی متاع کہا گیا ہے۔ وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (عبس ۳۱-۳۲)

نیز ملاحظہ ہو اعراف ۲۴۔ اور قصص ۶۰

۴۔ نفع رسانی جیسے۔ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى۔ اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ تاکہ وہ تمہیں ایک وقت مقرر تک اچھا فائدہ پہنچائے۔ (ہود ۳)

نیز ملاحظہ ہو قصص ۶۱۔ یٰس ۴۴۔ نازعات ۳۳۔

۵۔ تھوڑی سی پونجی یا حقیر شے جیسے فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔ اور دنیا کی زندگی سوائے سامانِ فریب خوردگی کے اور کچھ بھی نہیں۔ (حدید ۲۰)

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ۔ مَتَاعٌ قَلِيلٌ تم کو کافروں کا دورہ دورہ دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ تو متاعِ قلیل ہے (آل عمران ۱۹۶-۱۹۷)

نیز ملاحظہ ہو۔ زخرف ۳۵۔ شوریٰ ۳۶۔ آل عمران ۱۸۵۔ نساء ۷۷۔ یونس ۲۳۔ اور ۷۰۔ نحل ۱۱۷۔ انبیاء ۱۱۱ مومن ۳۹۔ رعد ۲۶۔

۶۔ متعہ طلاق یا طلاق کا تحفہ (اس کی تشریح اوپر گزر چکی ہے) اور یہی وہ شق ہے جس کا تعلق زیر بحث مسئلے سے ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرآن حکیم کی متعدد آیات ملاحظہ ہوں جو ایک دوسرے کی بخوبی تشریح و تفسیر کرتی

الف۔ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ۔

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو ہاتھ لگانے اور ان کے لئے مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو (اس صورت میں) انہیں کچھ دے دو، جو وسعت والے پر اپنی حیثیت کے مطابق اور مفلس پر اپنی حیثیت کے مطابق ہوگا۔ رواج کے مطابق (یہ) تھوڑا سامان (دینا) خوش معاملہ لوگوں کے لئے ضروری ہے (بقرہ ۲۳۶)

ب۔ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ

اور طلاق والی عورتوں کے لئے رواج کے مطابق تحفہ ملے گا یہ ایک حق ہے پرہیزگاروں پر (البقرہ ۲۴۱)

ج۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔

اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو۔ پھر ان کو صحبت سے پہلے ہی طلاق دے دو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہے کہ تم ان کی گنتی پوری کراؤ۔ لہذا تم انہیں تم کچھ فائدہ پہنچاؤ۔ اور انہیں اچھی طرح سے رخصت کردو (احزاب ۴۹)

د۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔

اے نبی اپنی بیویوں سے کہدو کہ اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش منظور ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھی طرح سے رخصت کردوں (احزاب ۲۸)

تحفۂ طلاق ایک اخلاقی ضابطہ | اس طرح لفظ متاع میں "قلت" اور "عارضی فائدے" کا مفہوم پایا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ زیادہ تر آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی کی حقارت ظاہر کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ جو بالکل ڈھلتی چھاؤں کی طرح ہے۔ بہرحال یہ "عارضی نفع رسانی" بھی بطور ایک "خدائی احسان" کے نمایاں کی گئی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان الفاظ کے ذریعے جگہ جگہ نوع انسانی پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ خالق کائنات نے چونکہ انہیں دنیا میں آسائش اور خوشحالی دی ہے تو انسان کو اس کی شکرگذاری کرنی چاہیئے۔ اور اس کی احسان فراموشی کسی بھی صورت میں نہیں کرنی چاہئیے۔ اس لحاظ سے جب یہی لفظ انسانوں کے باہمی تعلقات کے ضمن میں بولا جائے۔ تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ انسان ایک دوسرے کے ساتھ بطور احسان نفع رسانی کا ذریعہ بنے۔ اس طرح مطلقہ عورتوں

کو متاع یا متعہ دینا بھی ایک اخلاقی ضابطہ ہے۔

متاع نفقہ نہیں ہے مگر اس لفظ میں نفقہ یا نفقۂ واجبہ کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ بلکہ "نفقات واجبہ" کے لئے قرآن اور حدیث میں "انفاق" (خرچ کرنا) اور "نفقہ" (خرچہ) کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ (اس کی تفصیل اس بحث کے آخر میں آرہی ہے) اس کے برعکس متاع "تمتیع" سے ہے جس کے معنی وقتی طور پر فائدہ پہنچانے یا "قلیل شئے" کے ہیں۔ لہٰذا اس سے "لازمی خرچے" کا مفہوم نکالنا لغت اور کلام عرب کا خون کرنا ہے۔ ہاں البتہ پچھلے صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ بعض مفسرین نے ایک "تفسیری قول" کی وجہ سے اس لفظ کا اطلاق "نفقۂ عدت" پر ضرور کیا ہے۔ مگر اس سے اس لفظ کی لغوی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ اس کو "نفع رسانی" ہی کی تاویل قرار دے کر مجازاً گوارا کیا جا سکتا ہے۔ اس قول کا ماخذ تفسیر کشاف ہے۔ جس میں اس طرح مذکور ہے۔

"قیل المراد بالمتاع نفقة العدة"

کہا گیا ہے کہ متاع سے مراد نفقۂ عدت ہے[1]

یہ ایک مجروح اور گمنام قول ہے۔ اسی وجہ سے اس کو "قیل" کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔ امام رازی اور علامہ آلوسی (صاحب روح المعانی) وغیرہ نے اس سے انہی الفاظ کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔ مگر جیسا کہ اوپر کے مباحث سے واضح ہو گیا کہ کسی بھی ماہر لغت نے اس قسم کی کوئی تصریح نہیں کی ہے۔ بلکہ آپ لغات کی تمام کتابیں چھان ماریئے آپ کو متاع کے معنی نفقہ نہیں ملیں گے۔ بہرحال اس کو ایک استثنائی حیثیت سے صرف "نفقۂ عدت" کے مفہوم میں داخل کر لیا گیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ "دورانِ عدت، عورت کو جو "فائدہ" پہنچایا جائے گا اسے لفظ متاع کی رو سے نفقہ کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ اس کو "متاعِ عدت" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا امام راغب نے اس سلسلے میں جو تفسیر کی ہے وہ بہت محتاط اور قابل قدر ہے۔

فالمتاع والمتعة مایعطی المطلقة لتنتفع به مدة عدتها

متاع اور متعہ وہ چیز ہے جو طلاق یافتہ کو اس کی عدت کے دوران نفع حاصل کرنے کی غرض سے دی جائے[2]

متاع میں وقت کا مفہوم شامل نہیں ہے اس سلسلہ میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ لفظ متاع میں جس طرح "نفقات واجبہ" کا مفہوم نہیں پایا جاتا اسی طرح اس میں "توقیت" کا تصور بھی نہیں پایا جاتا۔ یعنی اس لفظ میں وقت یا مدت کا مفہوم شامل نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب لسان العرب علامہ ابن منظور نے ازہری کے حوالے

---

[1] تفسیر کشاف، جار اللہ زمخشری ۱/۳۷۷ مطبوعہ تہران   [2] المفردات فی غریب القرآن۔

...ے اس کی تصریح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے :-

وہو غیر موقت لان اللہ عزوجل لم یحصرہ بوقت ، وانما امر بتمتیعہا فقط۔ اور یہ (متاع) غیر موقت ہے

...ونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ بلکہ صرف مطلقہ کو نفع رسانی کا حکم دیا ہے[1]

لہذا " وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ" کی رو سے کسی متعین مدت تک کے لئے نفقہ کا حکم نکالنا ایک

...ل مفہوم ہے جس کی اجازت کلام عرب نہیں دیتا۔

چنانچہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اس لفظ کے ذریعہ کچھ مدت تک نفع رسانی کی بات کی گئی ہے تو اس موقع پر

...مزید الفاظ بڑھائے گئے ہیں۔ تاکہ وہاں پر " توقیت " کا مفہوم پیدا ہو سکے۔ حسب ذیل مثالوں پر غور فرمائیے۔

۱- وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ

اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ اور نفع اندوزی ہے۔ (بقرہ ۳۶)

دیکھیے یہاں پر محض لفظ متاع میں وقت کا کوئی مفہوم موجود نہیں ہے بلکہ اس کے لئے چند دوسرے الفاظ (الی

حین (ایک وقت تک) بول کر اس کو موقت بنایا گیا ہے اسی طرح ملاحظہ ہو۔

۲- يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى

وہ تم کو ایک وقت مقررہ تک اچھا فائدہ پہنچائے گا۔ (ہود ۳)

۳- اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ۔

مگر یہ ہماری مہربانی ہے اور ایک مدت تک فائدہ دینا ہے (یٰس ۴۴)

۴- اَفَرَاَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ

بھلا دیکھو اگر ہم انہیں چند سال فائدہ اٹھانے دیں (شعراء ۲۰۵)

۵- نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا

ہم انہیں تھوڑا سا عیش دے رہے ہیں (لقمان ۲۴)

۶- قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا

کہہ دو کہ اپنے کفر میں تھوڑی سی مدت تک فائدہ اٹھا لے (زمر ۸)

۷- تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ۔

اپنے گھروں میں تین دن تک فائدہ اٹھا لو (ہود ۶۵)

---

[1] لسان العرب ۳۳۱/۸

آیت زیر بحث کا ایک اہم پہلو | مذکورہ بالا قطعی دلائل کی روشنی میں بخوبی واضح ہو گیا کہ اس لفظ کی حقیقت کیا ہے۔ اور اس کا دائرۂ کار کیا ہے۔ اور اب رہی یہ بات کہ بعض مفسرین کے قول کے مطابق اس لفظ میں "نفقۂ عدت" کا مفہوم کیسے نکل آیا، تو یہ ایک غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہوگا۔ جس کی بنیاد سورہ بقرہ کی یہ آیت ہے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ (بقرہ ۲۴۰)

اور تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو انہیں اپنی بیویوں کے لئے سال بھر کی نفع رسانی کی وصیت کرنی چاہئے۔

اور اس کے بعد ہی وہ آیت شریفہ مذکور ہے جو آج موضوع نزاع بنی ہوئی ہے۔ یعنی " وللمطلقات متاع بالمعروف" (بقرہ ۲۴۱)

اس طرح جب دونوں آیتیں پاس پاس ہی مذکور ہیں جن میں سے پہلی میں ایک سال تک نفع رسانی کی بات کی گئی ہے تو دوسری آیت کی رو سے اس کے ذریعہ "نفقۂ عدت" کا مفہوم نکالنے میں غالباً کوئی قباحت محسوس نہیں کی گئی۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری احکام قرآن کے باب میں بہت سی مستند اور قابلِ قدر تفسیر ہے۔ مگر اس کے باوجود اس باب میں موصوف سے چوک ہو گئی ہے چنانچہ انہوں نے ان دونوں کے مشترکہ مفہوم پر اس طرح روشنی ڈالی ہے۔

قیل المراد بمتاع فی هذه الایة نفقة ایام العدة، کما هو المراد فیما سبق من قوله تعالی وصیة لازواجهم متاعاً الی الحول۔ بجامع ان المرأة فی کلا الصورتین الموت والطلاق محبوسة لحقوق الزوج فیجب الانفاق فی ماله

یعنی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں متاع سے مراد ایام عدت کا نفقہ ہے۔ جیسا کہ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں مراد تھا۔ "اپنی بیویوں کے لئے ایک سال کی نفع رسانی کی وصیت ہے" ان دونوں صورتوں میں مشترکہ طور پر عورت اپنے شوہر کی موت یا طلاق کے سلسلے میں شوہر کے حقوق (برائت رحم وغیرہ) کے لئے مقید رہتی ہے لہذا (ان دونوں صورتوں میں) شوہر کے مال میں سے خرچ کرنا واجب ہے [1]

اور اس تاویل میں قاضی صاحب منفرد نظر آتے ہیں۔ موصوف کی وفات ۱۲۲۵ھ ہے [2]

لہذا گمان غالب یہ ہے کہ یہی تفسیر بعض اردو تراجم کی بنیاد بنی ہو گی جن کا تذکرہ تیسرے باب میں ہو چکا ہے

---

[1] تفسیر مظہری۔ ثناء اللہ پانی پتی ۱/۳۴۰۔ مطبوعہ دہلی [2] نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحی حسنی ۸/۱۱۶ مطبوعہ حیدرآباد

واللہ اعلم بالصواب۔

مگر جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے لفظ متاع میں توقیت کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ بلکہ آیت نمبر ۲۴۰ میں سال بھر کا گذارہ دینے کا جو مفہوم پایا جا رہا ہے وہ محض کچھ زائد الفاظ (الی الحول۔ ایک سال تک) کی بنا پر ہے۔ لہذا آیت نمبر ۲۴۰ کو بنیاد بنا کر آیت ۲۴۱ میں توقیت کا مفہوم نکالنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہاں پر کوئی زائد لفظ جو متاع کی توصیف کرنے والا ہو) مذکور نہیں ہے۔ لہذا اس کے ذریعے مطلقہ کی دوسری شادی تک یا نکاح ثانی نفقہ از روئے قرآن واجب قرار دینا قرآن پر بڑی زیادتی ہے۔

بعض اہم سوالات پچھلے صفحات میں لفظ متاع کی تحقیق کرتے ہوئے بتایا جا چکا ہے کہ وہ کن کن معانوں میں آتا ہے اور قرآن مجید میں اس سے کیا مراد ہے۔ نیز یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ طلاق اور مہر کے ضمن میں وہ بطور ایک اصطلاح ایک خاص مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جس کو "متعۂ طلاق"، یعنی "تحفۂ طلاق" کہتے ہیں۔ نیز یہ کہ اس میں "توقیت" کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ متاع کے اس مفہوم اور اس کے دائرہ کار کے تعین کے بعد آئیے اب دیکھیں کہ:۔

۱۔ متاع یعنی "متعہ طلاق" کی قانونی حیثیت کیا ہے؟ یعنی یہ واجب ہے یا مستحب؟

۲۔ آیا متاع (متعہ طلاق) ہر قسم کی مطلقہ عورتوں کے لئے واجب ہے یا بعض مخصوص قسم کی مطلقہ عورتوں کے لئے؟

۳۔ آیا متاع (متعۂ طلاق) کی مقدار فقہ اسلامی میں متعین ہے یا نہیں؟

۴۔ آیا متاع (متعۂ طلاق) کا اطلاق نفقہ عدت پر بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ بالفاظ دیگر کیا سلف صالحین اور فقہا کے نزدیک یہ چیز متعارف یا معمول بہ تھی؟

۵۔ کیا کسی وجہ سے اس کو عدت کے بعد بھی جاری رکھا جا سکتا ہے؟

پہلے چار سوالات نہایت درجہ اہم ہیں۔ جن کے تصفیہ کے بعد دو اور دو چار کی طرح واضح ہو جائے گا۔ کہ پانچواں سوال بالکل لغو اور مہمل ہے۔ ویسے بھی اب تک جو مباحث اوپر گذر چکے ہیں ان کی روشنی میں بھی یہ پہلو پوری طرح سامنے آچکا ہے۔ مگر اب اس سلسلے میں مزید قطعی اور مسکت دلائل بیان کئے جائیں گے۔ اور مفسرین کے اقوال و آثار کی روشنی میں اس گمراہ کن نظریئے کا پوری طرح قلع قمع کیا جائے گا تاکہ کتاب اللہ میں تحریف و تلبیس کا دروازہ بند ہو سکے۔ اس پوری بحث کا مقصود اصلی یہی ہے۔

آیت زیر بحث پر ایک نظر مگر اس آیت کریمہ پر تفصیلی بحث کرنے اور اس کے متعدد پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے پہلے ضروری ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۳۶ اور ۲۴۱ دونوں کو پیش نظر رکھا جائے اور دونوں کا اکٹھا مطالعہ کیا جائے۔ چونکہ یہ دونوں آیتیں ایک ہی موضوع اور ایک ہی مضمون سے متعلق ہیں اس لئے ان دونوں کو

پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ تاکہ مطلب سمجھنے میں آسانی رہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو ہاتھ لگانے اور ان کے لئے مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو (اس صورت میں) انہیں کچھ تحفہ دو، جو وسعت والے پر اپنی حیثیت کے مطابق اور مفلس پر اپنی حیثیت کے مطابق ہوگا۔ رواج کے مطابق دیہ) تھوڑا سا سامان (دینا) خوش معاملہ لوگوں کے لئے ضروری ہے۔ (بقرہ ۲۳۶)

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۔

اور طلاق والی عورتوں کے لئے رواج کے مطابق تحفہ ملے گا۔ یہ ایک حق ہے پرہیزگاروں پر (بقرہ ۲۴۱)

ان دونوں آیتوں میں جو اہم الفاظ اور فقرے مذکور ہیں وہ یہ ہیں :-

۱۔ وَمَتِّعُوهُنَّ —— اور اس قسم کی عورتوں کو فائدہ پہنچاؤ۔

۲۔ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ —— صاحب تیسیر پر اس کی حیثیت کے مطابق۔

۳۔ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ —— اور مفلس پر اس کی حیثیت کے مطابق۔

۴۔ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ —— معروف طریقے سے نفع رسانی۔

۵۔ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ —— احسان کرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔

۶۔ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ —— یہ خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ضروری ہے۔

ان فقروں کی تشریح اپنے موقع پر آئے گی۔ مگر آگے بڑھنے سے پہلے لفظ "معروف" کی تھوڑی تشریح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

معروف کیا ہے؟

قرآن مجید میں لفظ معروف ۳۸ جگہوں پر آیا ہے۔ اور ان میں سے ۲۳ مقامات عائلی امور سے متعلق ہیں اور وہ بھی زیادہ تر میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام خاندانی مسائل و معاملات کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔ خود سورہ بقرہ کی آیات ۲۲۱ سے ۲۴۲ تک (جن میں زیادہ تر میاں بیوی کے تعلقات کا تذکرہ ہے) گیارہ مقامات میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کا بنیادی مفہوم اگرچہ ۱۔ جانی پہچانی چیز[1]، ۲۔ حسن سلوک کے ہیں۔ جو منکر کی ضد ہے[1] مگر مختلف مواقع کی نسبت سے اس کا مفہوم مختلف ہو سکتا ہے۔ چنانچہ زیر بحث دو آیتوں میں مفسرین نے

---

[1] دیکھئے لسان العرب ۹/۲۳۹

اس کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔

متاعاً بالمعروف۔ ای بالوجہ الذی یحسن فی الشرع والمروۃ یعنی ایسے طریقے سے جو شریعت اور شرافت کی رو سے قابل تعریف ہو[1]

بالوجہ الذی یستحسنہ الشرع لا باکراہ من الحاکم۔ ایسے طریقے جو شریعت کی نظر میں مستحسن ہو۔ نہ کہ حاکم کے دباؤ سے[2]

ای بقدر الامکان۔ یعنی مقدور بھر[3]

متاع بالمعروف۔ شرعاً عادتاً یعنی شریعت اور عادت کے مطابق[4]

متاع بالمعروف کا مطلب وہ ہے جو سابقہ آیت میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ صاحب تیسیر پر متعہ اس کی حیثیت کے مطابق اور مفلس پر متعہ اس کی حیثیت کے مطابق لازم آئے گا[5]

ظاہر ہے کہ عربی الفاظ کے ان مفہومات کو ہو بہو تراجم میں منتقل کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اردو ترجموں میں اس لفظ کے معنی "دستور" یا رواج" وغیرہ کو دیکھتے ہوئے یہ غلط فہمی کسی بھی طرح نہ ہونی چاہئے۔ کہ اس سے مراد مختلف قوموں یا حکومتوں کے دستور مراد ہوں گے۔ کیونکہ بعض انگریزی اور اردو تراجم کو بنیا دبنا کر آج کل بعض "روشن فکر" حلقوں میں اسلامی شریعت اور علماء کے خلاف جو مہم چلائی جارہی ہے اس کا رجحان کچھ ایسا ہی ہے کہ محض ترجموں کا سہارا لے کر غل غپاڑہ مچایا جائے جیسے کہ اس طرح اب علماء کی "خیانت" بلکہ "جہالت" بھی ثابت کی جانے لگی ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ من ہذہ الخرافات۔

متاع واجب ہے یا مستحب؟ اب آئیے پہلے اور دوسرے سوال کی طرف کہ متاع (متعہ طلاق) واجب ہے یا مستحب؟ اور اگر واجب ہے تو کیا تمام مطلقہ عورتوں کے لئے واجب ہے یا صرف بعض مخصوص قسم کی مطلقہ عورتوں کے لئے؟ تو اس سلسلے میں خود سلف کے درمیان بنیادی طور پر چار مسلک پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ مگر تفصیل میں جانے سے پہلے صفحات میں مطلقہ عورتوں کی جو چار قسمیں بیان کی جا چکی ہیں انہیں نظر میں رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ یہ بحث سمجھ میں نہیں آسکتی۔ لہٰذا اس موقع پر مختصر طور پر اس کا اعادہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو یہ ہے:۔

کوئی مطلقہ یا تو "مدخول بہا" (جس سے مباشرت کی جاچکی ہو۔) ہوگی یا نہیں۔ اور پھر یا تو اس کا مہر مقرر کیا جا چکا ہوگا یا نہیں۔ اس لحاظ سے مطلقہ عورتوں کی چار قسمیں ہوئیں۔

---

[1] تفسیر کشاف ۱/۳۷۴، [2] تفسیر ابو سعود ۱/۲۳۴ [3] تفسیر مظہری ۱/۲۳۲۔۲۳۳ [4] زاد المسیر فی علم التفسیر یعنی تفسیر ابن جوزی ۱/۲۸۰ [5] تفسیر ابو سعود ۱/۲۳۷ [6] تفسیر مظہری ۱/۳۴۰

۱۔ وہ مطلّقہ جس کا مہر مقرر نہ ہوا ورا سے ہاتھ بھی نہ لگایا گیا ہو (جس سے مباشرت نہ کی گئی ہو)

۲۔ وہ مطلقہ جس کا مہر تو مقرر ہو مگر اسے ہاتھ نہ لگایا گیا ہو۔

۳۔ وہ مطلقہ جس کا مہر بھی مقرر ہوا اور اس کو ہاتھ بھی لگایا جا چکا ہو۔

۴۔ وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ ہو مگر اس کو ہاتھ لگایا جا چکا ہو۔

آئندہ سہولت کی خاطر ان چاروں کو مطلقہ کی اصطلاحات کی شکل میں بیان کیا جائے گا۔

سلف کا مسلک | اب اس موقع پر سب سے سلف صالحین کا مسلک بیان کیا جائے گا۔ پھر فقہائے اربعہ کا مسلک بیان کر کے اس پر تبصرہ کیا جائے گا۔ پھر بتایا جائے گا کہ ان میں سے کونسا مسلک قرآنی منشا سے زیادہ قریب ہے۔ اور جمہور مفسرین و ائمہ کا رجحان کیا ہے؟ چنانچہ سلف صالحین کے مسلک کے بارے میں سب سے زیادہ تفصیلی بحث امام ابن جریر طبری نے کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ متعۂ طلاق کے بارے میں اختلاف ہے کہ ارشادِ باری " وَمَتِّعُوهُنَّ " میں آیا حکم وجوب کے لیے یا استحباب کے لئے؟ پھر اس بارے میں چند اختلافی مسلک بیان کئے ہیں جن کا خلاصہ اس موقع پر بیان کیا جاتا ہے۔

محمود الحسن صاحب عارف۔ ایم اے، لاہور

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی کے آباؤ اجداد

ماہنامہ الحق کے جنوری کے شمارے میں مولانا عبدالحلیم اثر افغانی مدظلہ کا ایک مضمون بعنوان " چند بادیں "
شائع ہوا۔ اس میں انہوں نے فیاضی طبع سے ہندوستان کی چند نامور شخصیتوں (مولانا قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی۔
مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا محمود حسن۔ اور علامہ محمد انور شاہ کشمیری) کو سید بنا دیا ہے۔ فاضل محقق پروفیسر محمد اسلم
صاحب نے "نسبتی تحقیق" کے عنوان سے فروری ۱۹۸۶ء کے شمارے میں بجا طور پر یہ "غلط فہمی" یا "خوش فہمی"
دور کر دی ہے۔ تاہم ان بزرگوں کے اجداد کے متعلق سوانح نگاروں نے جس ابہام، تغافل یا تساہل پسندی
کا مظاہرہ کیا ہے اس سے اس قسم کی "خوش فہمیوں" کے پیدا ہونے کا بہرحال احتمال باقی رہتا ہے۔

سوانح نگاروں کی اکابر امت کے بارے میں تساہل کا عالم یہ ہے کہ مذکورہ بالا اکابرین میں سے اول الذکر
یعنی قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی جو ہندوستان کی صفِ اوّل کے اہلِ قلم، اہل علم اور اہلِ فقر و تصوف میں سے ہیں۔
اور جن کی کتاب "تفسیر مظہری" ہندوستان کی تفسیری اور علمی دنیا کا ایک گراں قدر سرمایہ ہے۔ اور جن کا تذکرہ بین الاقوامی
سطح کی کتب تذکرہ و سوانح (مثلاً بروکلمان[1]۔ سرکیس[2]۔ عمر رضا کحالہ[3]۔ اسماعیل پاشا[4] وغیرہ) کی زینت ہے کے
آباؤ اجداد کے متعلق سرسری اور معمولی نوعیت کی معلومات بھی حاصل نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ تذکرہ نگاروں نے
آپ کے والد کا نام تک ذکر نہیں کیا۔ حالاں کہ آپ کے سوانح نگاروں میں شاہ غلام علی دہلوی[5]۔ نواب صدیق حسن
خان[6]۔ مولانا عبدالحی لکھنوی[7]۔ صاحب نزہتہ الخواطر[8]۔ شیخ محمد یحییٰ ترہتی[9] صاحب الیانع الجنی من مسانید شیخ عبدالغنی[10]

---

[1] جرمنی کے مشہور مستشرق ہیں۔ [2] معجم المطبوعات العربیہ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۲۸۔۱۹۳۱ء، ۲: ۱۹۴۵ [3] معجم
المؤلفین مطبوعہ دمشق ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء ۹: ۱۴۴ [4] ایضاح المکنون مطبوعہ استنبول ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء، ۱: ۳۱ [5] مقامات مظہری
مطبوعہ دہلی ص ۵، [6] اتحاف النبلاء ص ۹۸، [7] ۶: ۱۱۲ [8] مطبوعہ حیدرآباد دکن ۶: ۱۱۲ [9] مطبوعہ دیوبند ص ۶۷ (برہامش کشف
الاستار للطحاوی) [10] مطبوعہ نولکشور ص ۶۸۹

مفتی غلام سرور صاحب خزینۃ الاصفیاء[1] مولوی رحمان علی صاحب اور فقیر محمد جہلمی صاحب حدائق الحنفیہ[2] جیسے ارباب علم و فضل شامل ہیں۔

راقم کو حال ہی میں قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی پر پنجاب یونیورسٹی کی جانب سے ایک تحقیقی کام (مقالہ) لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ راقم کو خاص اس عنوان "آباؤ اجداد" کے سلسلے میں بڑی تگ و دو کرنا پڑی۔ لیکن بہرحال اس کے نتیجے میں تاریخ کا ایک گم شدہ ورق دریافت ہو گیا۔ اس تحقیق کے اہم نکات پہلی بار ماہنامہ الحق کے ذریعے منظر عام پر لائے جا رہے ہیں۔

آباؤ اجداد کے سلسلے میں قاضی صاحب کی اپنی تحریر قاضی صاحب ہندوستان کے عثمانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اپنے بارے میں اپنے ایک دوست مولوی نعیم اللہ بہرائچی (م ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۲ء) کے نام ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

"فقیر مولوی ثناء اللہ بن مولوی حبیب اللہ کہ در خدمت حضرت شیخ[3] نسبت مجددیہ اخذ نمودہ فقیر کاتب گویدا اول کسے را کہ حضرت شیخ بعد از اجازت توجہ دادند۔ ایشاں بودند ابن مولوی ہدایت اللہ کہ نسبت چشتیہ از خاندان شیخ عبدالقدوس گنگوہی درخواستہ، حضرت شیخ رضی اللہ عنہ[4] علوم ظاہر از ایشاں استفادہ فرمودند۔ ابن شیخ عبدالہادی[5] ابن شیخ عبدالقدوس۔ بن شیخ خلیل اللہ کہ نسبت چشتیہ از پدر خود شیخ عبدالسمیع یافتہ و مشارالیہ از خلفای شیخ عبدالقدوس بود بواسطہ یا بلاواسطہ ابن شیخ حبیب[6] اللہ بن شیخ محفوظ بن خواجہ احمد بن ابراہیم بن مخدوم شیخ جلال الدین کبیرالاولیاء چشتی قدس سرہ[7]"

عثمانی خاندان کا ہندوستان میں ورود عثمانی خاندان کے تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ شجرات نسب اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان میں عثمانیوں کی یہ شاخ "عبدالرحمان الکازرونی" کے توسط سے ہندوستان میں پہنچی۔ عبدالرحمان الکازرونی کا حضرت عثمان غنیؓ تک سلسلہ نسب معروف ہے۔ اور متعدد کتب سوانح و

---

[1] طبع و ترجمہ ایوب قادری کراچی ص ۱۴۲ [2] ایضاً ص ۴۶۵ [3] شیخ سے مراد قاضی صاحب کے مرشد اول شیخ محمد عابد سنامی (م ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء) ہیں [4] ایضاً [5] یہاں صاحب نے دو بزرگوں کا نام چھوڑ دیا ہے۔ درست اس طرح ہے۔ عبدالہادی بن سعیدالدین بن شیخ عبدالقدوس [6] یہاں پر ایک نام سہواً متروک ہو گیا ہے صحیح ترتیب یوں ہے شیخ حبیب اللہ بن شیخ حسین عرف منا بن خواجہ محفوظ [7] بشارات مظہریہ از مولوی نعیم اللہ بہرائچی، مخطوطہ برٹش میوزیم مائیکرو فلم، مملوکہ مقالہ نگار، ورق ۱۴۶ ب۔ یہ کتاب قاضی صاحب کی زندگی میں لکھی گئی۔ اس کے حواشی پر شاہ غلام علی دہلوی کی تحریریں اور دستخط موجود ہیں جو مائیکرو فلم میں بھی بخوبی نظر آتے ہیں۔

تذکرہ میں درج ہے۔ یہ سلسلہ نسب اس طرح ہے :۔

عبدالرحمان الکازرونی بن خواجہ عبدالعزیز سرخسی بن خواجہ خالد بن خواجہ ولید بن خواجہ عبدالعزیز بن خواجہ عبدالرحمان اکبر بن خواجہ عبداللہ ثانی (کذا ثانی) بن خواجہ عبدالعزیز بن خواجہ عبداللہ کبیر بن خواجہ عمرو بن امیر المومنین جامع القرآن سیدنا عثمان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف قریشی[1]

لیکن اس نسب نامے کی چند باتیں غور طلب ہیں :۔

تمام مطبوعہ نسب ناموں (مثلاً اللہ دیا عثمانی ۔ سیر الاقطاب[2] ۔ عبدالستار بیگ ۔ مسالک السالکین[3] عطا حسین کنز الانساب[4] ۔ محمد میاں پانی پت اور بزرگان پانی پت[5]) میں حضرت عثمان کے بعد خواجہ عمر کا نام لکھا ہوا ملتا ہے ۔ جو درحقیقت تاریخی فروگذاشت ہے ۔ کیونکہ حضرت عثمان کے بیٹے عمر کے بارے میں القلقشندی لکھتے ہیں :۔

ان عمر و خالد لا عقب لہما[6] (عمر و خالد کا سلسلہ آگے نہیں چلا)

جب کہ علامہ ابن حزم نے جمرۃ انساب العرب میں خواجہ عمر کی اولاد کی جو تفصیل دی ہے اس کے مطابق ان کے صرف دو صاحبزادے تھے ۔

۱ حضرت زید جن کا نکاح اپنے عہد کی نامور خاتون "سکینہ بنت الحسین" سے ہوا ۔ اور وہ دونوں اپنے صاحب زادوں سمیت ایک جنگ میں کام آگئے ۔ اس طرح ان کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔[7]

۲ عاصم ۔ ان کے دو لڑکے تھے جن کی آگے اولاد بھی ہوئی مگر ان دونوں صاحب زادوں اور ان کی اولاد میں سے کوئی نام بھی شجرہ نسب مذکورہ ناموں سے ملتا جلتا نظر نہیں آتا۔

اس کے برعکس خواجہ عمرو (جو حضرت عثمان رضؓ کے ایک نہایت نامور فرزند تھے اور جن کے نام پر حضرت عثمان رضؓ نے اپنی کنیت "ابو عمرو" رکھی تھی اور جن کو ابن سعد نے تابعین کے طبقۂ اولیٰ میں اور العجلی نے کبار تابعین میں شمار کیا ہے) کی اولاد میں عبداللہ نامی بیٹا موجود ہے اور اس سے یہ سلسلہ آگے چلتا ہوا نظر آتا ہے[8] انہی خواجہ عمرو نے حفصہ بنت عبداللہ بن عمر رضؓ سے نکاح کیا ۔ تو ان سے خواجہ عبداللہ المعروف بطرف (حسین وجمیل اور وجیہہ) تولد ہوئے ۔ اس طرح اس مرحلے پر عثمانی خون کے ساتھ فاروقی خون کی بھی آمیزش ہو گئی ۔ اس طرح نسب مادری سے اس خاندان کو فاروقی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

---

[1] اللہ دیا عثمانی : سیر الاقطاب ص ۲۳۴ [2] ایضاً محل مذکور [3] ، ج ۲، ص ۳۵ ۔ [4] ص ۱۴۰، ۱۴۸
[5] مطبوعہ پانی پت ص ۲۰۰، ۲۷۳ [6] نہایت الارب فی انساب العرب ص ۱۴۶ [7] ص ۸۳، ۸۵ [8] ایضاً محل مذکور

راقم کو بعد ازاں قلمی شجرات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تو اپنے اس قیاس کی تائید ہوگئی کیونکہ قلمی نسب ناموں میں عمر کے بجائے "خواجہ عمر" ہی مرقوم ہے۔

عثمانی خاندان کی مدینہ منورہ سے ہجرت اور اس کی وجوہ

ابتداءً عثمانی خاندان کی یہ شاخ مدینہ منورہ میں آباد تھی یہاں سے اکبر (اوپر سے عدد ۵) پہلے شخص تھے جنہوں نے مدینہ منورہ سے ترک وطن کر کے ایران کے صوبہ فارس کے مشہور شہر "کازرون" میں سکونت اختیار کی مشہور عثمانی مورخ اللہ دیا لکھتا ہے۔[۲]

"تاہم کتب تاریخ میں اس بات کا کوئی ذکر بلکہ اشارہ تک نہیں ملتا کہ وہ کونسے ناخوشگوار حالات تھے جن کی بدولت خاندانِ عثمانی کے اس معزز فرد کو جوار رسول چھوڑ کر فارس کے ایک دور دراز شہر کازرون میں پناہ لینی پڑی ——— بایں ہمہ اگر ان حالات پر نگاہ رکھی جائے جن کی بدولت ۱۳۲ھ/۷۴۹ء میں بنو امیہ (۴۰-۱۳۲ھ) سے تخت حکومت چھین کر نہ صرف کرسی اقتدار پر متمکن ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے بنو امیہ کے بچے کھچے افراد کے لئے جان و مال اور سب سے بڑھ کر عزت و ناموس کے تحفظ کا مسئلہ پیدا کر دیا تھا تو اس ہجرت کے اسباب کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

بنو عباس کے پہلے حکمران ابوالعباس سفاح (۱۳۲-۱۳۶ھ) نے اس حد تک اپنے مخالفین یعنی بنو امیہ کا خون بہایا کہ اس کا نام ہی السفاح (خون ریزی کرنے والا) پڑ گیا۔ اس کے مرنے (۱۳۶ھ) کے بعد اس کے جانشین ابوجعفر المنصور (۱۳۶-۱۵۸ھ) نے تا دیر اس سلسلے کو جاری رکھا۔

دار و گیر کے اس ہنگامے کا بنیادی ہدف تو ابوسفیان اور مروان بن الحکم کے خاندان کے لوگ تھے مگر چونکہ بنو عثمان بھی خاندان بنی امیہ کا حصہ تھے۔ اسی بنا پر وہ "اموییت" کے اس "الزام" سے کیونکر بچ سکتے تھے

---

[۱] خاندانِ عثمانی پانی پت (اولاد مخدوم شیخ جلال) کا سب سے بڑا اور قدیم نسب نامہ، جو تقسیم سے قبل پانی پت میں مخدوم شیخ جلال کی خانقاہ پر رکھا ہوتا تھا۔ اس وقت حافظ آباد (ضلع گوجرانوالہ) میں معظم علی عثمانی کی ملکیت ہے۔ یہ سخت بوسیدہ حالت میں ہے۔ اس کے علاوہ خواجہ ابراہیم بن شیخ جلال کی اولاد پر مشتمل نسب نامہ خواجہ شکور الحق عثمانی ڈائریکٹر (ریٹائرڈ) اکاؤنٹس پاکستان پوسٹ آفس لاہور (محررہ حکیم سراج الاسلام) کی تحویل میں ہے اس کے علاوہ شاہدرہ اور گوجرانوالہ شہر اور سرگودھا (مولانا الیف اللہ عثمانی مدظلہ کی تحویل) میں بھی قلمی نسب نامے موجود ہیں جن میں سے راقم کی نظروں سے گزرے ہیں۔

[۲] سیر الاقطاب ص ۲۳۳)

چنانچہ ابتلاء و آزمائش کی کٹھن گھڑیاں اور نازک لمحات اس خاندان پر بھی آئے۔
حضرت عثمانؓ کے پرپوتے (عبداللہ بن عمر کے بیٹے) محمد المعروف بالدیباج کی نسبت ابن حزم وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ اسے ابوجعفر المنصور نے قتل کرا دیا تھا۔[۱] انہی ابن حزم کے مطابق خاندان عثمان کے ایک اور معزز رکن اور زیر بحث سلسلہ عثمانی کے ایک فرد عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر (عدد ۳) کو بھی اسی زمانے میں اس کے ایک بیٹے اور دو بھتیجوں سمیت ہلاک کر دیا گیا تھا۔[۲] ان حالات میں خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے اگر انہی عبدالعزیز کے پوتے (عبدالرحمٰن الکبیر) نے جوارِ رسول کو چھوڑ کر کازرون میں رہائش اختیار کر لی تھی تو اس کی وجہ بآسانی سمجھ آسکتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان کازرون میں زیادہ عرصے تک نہ ٹھہر سکا۔ کیونکہ شمارہ ۹ (عبدالعزیز) کے نام کے ساتھ "سرخسی" کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف نے فارس کے ایک دوسرے شہر "سرخس" میں توطن اختیار کر لیا تھا۔ لیکن قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شہر بھی اس خاندان کی زیادہ دیر تک "قرارگاہ" نہ بن سکا۔

خواجہ عبدالرحمان الکازرونی

بہرحال صوبہ فارس (ایران) سے عثمانیوں کی یہ شاخ خواجہ عبدالرحمان الکازرونی کے توسط سے ہندوستان پہنچ گئی۔ ہندوستان کے تمام عثمانی خاندان (بشمول پانی پت کے اہل علم اور دیوبند کے فضلاء، مثلاً مولانا شبیر احمد عثمانی، ظفر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع صاحب وغیرہم) انہی خواجہ عبدالرحمان کی نسل سے ہیں۔ اسی بنا پر ان کی ذات کو عثمانی خاندانوں میں مرکزی حیثیت حاصل ہے

خواجہ عبدالرحمان کازرونی کب اور کیسے وارد ہندیا وارد پانی پت ہوئے۔ اس بارے میں کوئی ٹھوس شہادت موجود نہیں ہے۔ خود عثمانی مورخ اللہدیا عثمانی مخدوم شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کے تذکرے میں صرف یہ کہہ کر گذر جاتا ہے۔

> شیخ المشائخ مخدوم زیناکہ جد کلاں او ہمراہِ جدّ کلاں حضرت قطب ربّانی از کازرون آمدہ و باغبانی میکرد و در قصبہ آندری آسودہ[۳]

تاہم پانی پت کے عثمانی خاندان میں جو روایت مشہور اور جسے ہندوستان کے مشہور صاحب قلم بزرگ مولانا محمد میاں نے ایک معروف پانی پتی بزرگ "مسیح اللہ پانی پتی" کے حوالے سے اپنی کتاب "پانی پت اور بزرگان پانی پت"

---

[۱] جمہرۃ انساب العرب ص ۸۴ [۲] ایضاً
[۳] سیدالاقطاب ص ۲۱۴۔

میں شامل کیا ہے۔ یہ ہے کہ قصبہ پانی پت میں سب سے پہلے وارد ہونے والے بزرگ خواجہ عبدالرحمان الکازرونی ہی تھے۔ جو سلطان محمود غزنوی فاتح سومنات (م ۴۲۱ھ/۱۰۳۱ء) کے لشکر میں بطور ایک سالار شامل ہو کر ہندوستان پہنچے تھے۔ اور سلطان کی واپسی کے بعد پانی پت ہی میں مقیم ہو گئے تھے[۱]

اسی روایت کو پاکستان کے ایک نامور عالم دین اور محقق مولانا محمد تقی عثمانی (مدظلہ) نے بھی قبول کیا ہے اور اپنی تحریر "بائبل سے قرآن تک" کے مقدمہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے ترجمہ میں (جو اسی خاندان کے ایک قابل فخر فرزند ہیں) یہی موقف اختیار کیا ہے[۲] ایک اور روایت کے مطابق خواجہ عبدالرحمان الکازرونی سلطان محمود کے ایما پر پانی پت میں رہائش پذیر ہوئے تھے[۳]

لیکن راقم کے خیال میں اس روایت میں سلطان محمود غزنوی کا نام درست نہیں ہے کیونکہ سلطان نے سومنات پر آخری حملہ ۴۱۶ھ/ ۱۰۲۵ء میں کیا اسی طرح خواجہ عبدالرحمان کے قیام پانی پت کا زمانہ قیاساً ۴۱۶ھ/ ۱۰۲۵ء تا ۴۲۷ھ/ ۱۰۳۴ء کے مابین متعین ہو گا۔ اس وقت دہلی اور اس کے گردونواح (بشمول پانی پت) میں متعصب ہندوؤں کی حکومت تھی۔ جو حال ہی میں سلطان محمود غزنوی سے پے در پے زخم کھا چکے تھے۔

کیا راجہ جے پال جیسی ذہنیت کے حامل لوگ اس علاقے میں ایک ایسے خاندان کا وجود برداشت کر سکتے تھے، جس نے ان کے متعدد حملوں میں ایک عام سپاہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک سالار اور کمانڈر کی حیثیت سے شرکت کی ہو؟ اور چونکہ یہ روایت سنی سنائی روایت ہے جو صدیوں تک سینہ بسینہ سفر کر کے ان حضرات تک پہنچی ہے اسی بنا پر اس روایت کے الفاظ میں ردوبدل غیر متوقع نہیں۔

اس علاقے کو سلطان قطب الدین ایبک (م ۶۰۷ھ/ ۱۲۱۰ء) نے تقریباً ۵۸۷ھ/ ۱۱۹۱ء میں فتح کر کے مسلم قلمرو میں شامل کیا[۴]

اندریں حالات یہ بات اور بھی بعید از قیاس ہے کہ تقریباً ڈیڑھ صدی تک مسلمانوں کے اس بے یار و مددگار

---

[۱] ص ۲۰۰ و ۲۷۲ [۲] مقدمہ بائبل سے قرآن تک۔ مطبوعہ کراچی ۱۳۸۸ھ ص ۱۸۰۔

[۳] قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی پانی پتی۔ تعارف تفسیر مظہری قلمی (مملوکہ پروفیسر محمد علی ایچی سن کالج) فوٹو کاپی مملوکہ مقالہ نگار ص اج ۲۔ پانی پت میں یہ روایت اس درجہ مشہور تھی کہ نہ صرف پانی سلسلہ خواجہ عبدالرحمان الکازرونی کی پانی پت میں قبر ہی تلاش کی گئی بلکہ اس پر کتبہ بھی لگا دیا گیا۔ مگر تقسیم ملک کے ہنگاموں میں یہ قبر بھی مسمار ہو گئی۔ آج کل یہاں سڑک ہے (روایت خواجہ مشکور الحق افغانی) [۴] مقالہ ایبک، در اردو دائرہ معارف اسلامیہ، شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی ۳: ۶۱۵

خاندان نے پانی پت میں کیونکہ گذر بسر کی ہوگی : اس پس منظر میں راقم کا یہ خیال ہے کہ اس روایت میں سلطان محمود غزنوی کے بجائے سلطان قطب الدین ایبک کا نام ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہندوؤں کے خلاف سلطان ایبک بھی نبرد آزما رہا اور اسے ایران سے ہی فوجی اور سالار ملتے رہے۔

ابتدا تو یہ محض "قیاس" تھا مگر "جوئندہ یابندہ" کے بمصداق بعدازاں شاہدرہ (نزد لاہور) کے ایک عثمانی بزرگ پیر فرید (جو سابق میں جمعیت علماء اسلام کے عہدے دار رہ چکے ہیں) کے پاس مخدوم شیخ جلال کے بڑے صاحبزادے خواجہ عبدالقادر کی اولاد پر مشتمل قلمی نسب نامے کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اپنے اس قیاس کی تائید ہوگئی۔ کیونکہ اس نسب نامے میں تصریح ہے کہ خواجہ عبدالرحمان الکازرونی سلطان قطب الدین ایبک کے ہمراہ وارد ہند ہوئے تھے۔

مخدوم شیخ جلال الدین کبیرالاولیاء عثمانی چشتی

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ اور پانی پت و کیرانہ کے عثمانیوں کے اجداد میں مخدوم شیخ جلال الدین کبیر الاولیا عثمانی کا نام نامی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کی ذات ہندوستان میں چشتیہ صابریہ سلسلہ طریقت کے فیوض و اثرات کی ترویج و توسیع میں بھی لافانی شہرت کی حامل ہے جو علماء دیوبند (حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرھم العزیز) کو چشتیہ صابریہ سلسلے کی جو وراثت میانجی نور محمد جھنجھانوی اور ان کے مرشد میاں عبدالرحیم صاحب شہید بیجنا ر کے توسط سے پہنچی [1] جس کو اپنے فیوض و اثرات کے لحاظ سے "شجرۂ طوبیٰ ، مقدس درخت" کا نام دیا گیا ہے [2] اس میں بھی مخدوم شیخ جلال کا نام سرفہرست ہے۔

مخدوم کا نام قاضی صاحب کی تیرھویں پشت پر آتا ہے مگر بایں ہمہ قاضی صاحب کے تذکرے میں ان کا تذکرہ

---

[1] تفصیل اس طرح ہے۔ شیخ مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء (م ۷۶۵ھ/۱۳۶۳ء) شیخ احمد عبدالحق ردولوی (م ۸۴۷ھ/۱۴۴۳ء) شیخ احمد عارف بن احمد عبدالحق۔ شیخ محمد بن شیخ احمد عارف۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی (م ۹۴۴ھ/۱۵۳۷ء) شیخ جلال تھانیسری (م ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء)۔ خواجہ نظام الدین تھانیسری (م ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۵ء) شیخ ابوسعید گنگوہی (م ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۸ء) شیخ محب اللہ الہ آبادی (م ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء) شیخ محمدی اکبرآبادی (م ۱۱۰۷ھ/۱۶۹۵ء) شاہ عضدالدین امروہی (م ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۸ء) شیخ عبدالہادی (م ۱۱۹۰ھ/۱۷۷۶ء) شیخ عبدالباری (م ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء) حاجی میاں عبدالرحیم شہید بیجنا (م ۱۲۴۵ھ/۱۸۳۰ء) حاجی نور محمد جھنجھانوی (م ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء) حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (حاجی صاحب سے مولانا نانوتوی، مولانا گنگوہی اور حضرت تھانوی نے استفادہ کیا)

[2] پانی پت اور بزرگانِ پانی پت، ذکر جلال الدین کبیر الاولیاء

جزو لازم کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ان کی ذات قاضی صاحب کے لئے وجہ تعارف ہے، ایک مستشرق (بروکلمان) نے تو قاضی صاحب کے تذکرے میں مخدوم جلال کو آپ کا والد لکھ دیا ہے[1]

مخدوم جلال کا نام ماں باپ نے محمد رکھا تھا مگر مرشد کامل نے جلال الدین اور فیض یافتگان نے کبیر الاولیاء کے نام سے موسوم کیا[2] مخدوم نو عمر ہی تھے کہ شفقت پدری سے محروم ہو گئے۔ چچا یا دادا نے پرورش کی مگر بے جا لاڈ پیار نے مزاج بگاڑ دیا۔ اور طبیعت میں آزاد خیالی پیدا کر دی۔ صاحب انوار العارفین آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں۔

"پدر شیخ جلال الدین بغایت مردی عالیشان صاحب دولت بود و در قصبہ پانی پت سکونت داشت و شیخ جلال بے کمال میداشت واز دولت پدرا صرف درلباس و بساط میکرد و عیش بے دغدغہ میرانند"[3]

ایک مرتبہ اسی آن بان کے ساتھ سرخ لباس پہنے اور سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر مشہور پانی پتی مجذوب شیخ شرف الدین بوعلی قلندر کے سامنے سے گذرے تو انہوں نے اس خوبصورت، آزاد خیال نوجوان کو دیکھ کر فرمایا

"زہے اسپ وزہے سوار"[3]

اس ایک جملے نے نوجوان جلال کی کایا پلٹ دی۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قلندر کے در دولت پر حاضر ہو گئے۔ مگر جواب ملا کہ تمہاری کشائش کسی اور شخص پر موقوف ہے[4] چند ہی دنوں میں ارض پانی پت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی (م ۷۱۶ھ/) کی آمد سے مطلع نور بن گئی۔ تو شیخ جلال نے ان کی بیعت سے اپنی دلی مراد پائی۔

اپنے مرشد سے خصوصی کسب فیض اور طویل سیاحت کے بعد پانی پت ہی میں مسند ارشاد کو زینت دی اور اپنے علمی و روحانی فیوض و کمالات سے ایک دنیا کو مستفید اور مستفیض کیا۔ بالآخر ۵ ذوالقعدہ یا ۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ/۱۳۶۳ء کو پانی پت میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار پانی پت میں مرجع خلائق ہے۔

یوں تو ان کے چالیس کے قریب خلفاء تھے اور ہر ایک سے ان کا روحانی سلسلہ چلا۔ مگر ان میں سب سے مہتم بالشان یا بقول سید محمد میاں "شجرۂ طوبیٰ" شیخ احمد عبدالحق ردولوی (م ۸۳۷ھ/۱۴۳۴ء) سے چلا جو مخدوم کے جانشین بنے۔

---

[1] ۸۰۸۔ [2] تکملہ ۲۰: ۹۴۹ [3] از محمد حسین مراد آبادی ص ۳۸۷ [3] سیر الاقطاب ص ۲۰۱ [4] خزینۃ الاصفیاء ص ۳۲۱، ۳۲۲

مخدوم شیخ جلال کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں تفصیل حسب ذیل ہے۔
۱۔خواجہ عبدالقادر۔ ۲۔خواجہ ابراہیم۔ ۳۔خواجہ شبلی (م ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۸ء) پانی پت میں حضرت مخدوم کے جانشین بنے
۴۔خواجہ کریم الدین۔ ۵۔خواجہ عبدالواحد۔ ۶۔زبیدہ۔ ۷۔فردوسہ۔ مخدوم کے پانچ صاحبزادوں میں سے موخر الذکر (عبدالواحد)
کے سوا ہر ایک سے اولاد کا سلسلہ چلا۔ خدا تعالیٰ نے مخدوم کی آل اولاد میں بڑی برکت دی ہے اس وقت پاکستان اور
ہندوستان میں بلا مبالغہ ہزاروں افراد اس خاندان میں سے ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔
خواجہ ابراہیم حضرت مخدوم کے دوسرے صاحبزادے اور قاضی صاحب کے جد امجد تھے انہیں ان کے والد مخدوم جلال
نے یہ خوشخبری دی تھی۔ "درنسل تو ہمیشہ علماء خواہند بود"[1]
اس بشارت کے وقوع پذیر ہونے میں کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔ جس خاندان سے مفتی عبدالسمیع، مولانا شیخ
عبدالقدوس۔ مولانا عبدالہادی۔ قاضی ہدایت اللہ (استاد شیخ محمد عابد سنامیؒ) قاضی محمد حبیب اللہ (قاضی صاحب
کے والد ماجد) قاضی محمد فضل اللہ (برادر بزرگ قاضی صاحب) قاضی محمد ثناء اللہ، قاضی احمد اللہ (قاضی صاحب
کے صاحبزادے) مولوی محمد دلیل اللہ
(کنار پروردۂ حضرت مظہر جان جاناں و اولاد خورد قاضی صاحب) مولوی قاضی عبدالسلام، قاضی محمد صفوۃ اللہ
قاضی محمد تقی اللہ۔ قاری لقاء اللہ عثمانی۔ قاری ابو محمد محی الاسلام اور ان جیسے سینکڑوں ارباب علم وفضل،
اصحاب فقر و دانش پیدا ہوئے ہوں۔ اس خاندان کی مردم خیزی اور علم پروری میں کیونکر شک ہو سکتا ہے۔ خود قاضی
صاحب کے زمانے تک جو حالت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔
"درسلسلۂ آباء فقیر تعلیم و تعلم علوم ظاہر ہمیشہ بیشتر ماندہ است"[2]
اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں:۔
"درخاندان فقیر ہمیشہ علماء شدہ اند کہ در ہر عصر ممتاز بودند"[3]
چنانچہ اسی علم وفضل کا یہ نتیجہ تھا کہ پانی پت اور نواح پانی پت کی قضا کئی صدیوں اور کئی پشتوں تک قاضی
صاحب کے خاندان میں رہی۔ اور قاضی صاحب کے محلے کا نام ہی محلہ "قاضیاں" پڑ گیا تھا ان حالات میں اگر کسی
قاضی صاحب کا خاندان ایک طویل علمی اور روحانی تاریخ رکھتا ہے اسے "الحسنیٰ" قرار دیتا خود قاضی صاحب
اور آپ کے خاندان اور اس لقب کے ساتھ زیادتی کے مترادف ہے۔

---

[1] بشارات مظہریہ (قلمی) ورق ۱۴۶ ب

[2] ایضاً [3] وصیت نامہ در کلمات طیبات ص ۱۵۸

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as
He should be feared, and die not
except in a state of Islam. And
hold fast, all together, by the
Rope which God stretches out
for you, and be not divided
among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

یادِ رفتگان

محمد مجید صاحب تھانوی

عارف باللہ مولانا ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کے خلیفہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی تقریباً نوے سال کی عمر میں دو تین روز کی علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر محمد عبدالحی اٹاوہ (یو پی) انڈیا میں ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ کانپور میں ابتدائی دینی و دنیاوی تعلیم کے حصول کے بعد علی گڑھ کالج سے بی اے کیا۔ اور لکھنؤ یونیورسٹی سے قانون کی سند حاصل کی۔ اور دس سال تک ہردوئی ضلع میں وکالت کی۔ ۱۹۲۷ء میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت کا تعلق قائم ہوا۔ اور ۱۹۳۶ء میں خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت تھانوی سے تعلق قائم ہونے کے بعد ۱۹۳۵ء میں وکالت کو ترک کر کے معاش کے لئے ہومیوپیتھک طریق علاج اختیار کیا۔

ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب کو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء میں ایک ممتاز درجہ حاصل تھا اور اپنے شیخ کے مزاج شناس اور علوم کے امین سمجھے جاتے تھے۔ تقسیم سے قبل ہندوستان میں اور قیام پاکستان کے بعد کراچی میں لوگوں کی اصلاح اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کے ارادتمندوں اور مریدین میں بڑے بڑے علماء، محدث، مفتی، جج، حکومت کے اعلیٰ افسران، ممبران مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) شامل ہیں۔

زندگی بھر اپنے شیخ کی تعلیمات کی ترجمانی فرمانے کے ساتھ ساتھ تحریری شکل میں بھی یادگار ذخیرہ مرتب فرمایا۔ جو موجودہ زمانہ میں زندگی کے تمام شعبہ جات کو سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھالنے میں رہنمائی اور مددگار رہے گا۔ آپ کی مشہور تصانیف میں اسوۂ رسول اکرمؐ۔ بصائر حکیم الامت۔ مآثر حکیم الامت۔ معارف حکیم الامت۔ احکام میت۔ اور اصلاح المسلمین۔ معمولات یومیہ، تالیفات حکیم الامت اور بے شمار کتابیں ہیں۔ اپنے پسماندگان میں بیشمار ارادت مندوں کے علاوہ بیوہ اور تین صاحب زادوں انجینیر حسن عباس، ڈاکٹر احسن عباس اور محسن عباس چھوڑے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنے شیخ و مربی حکیم الامت تھانوی کے ذوق و مسلک کو بھرپور طریقہ سے پھیلایا اور اس مجدد الملت کی خلافت کا حق ادا کر دیا۔ تحریری سرمایہ کے طور پر حضرت ڈاکٹر نے مندرجہ ذیل کتب یادگار چھوڑی ہیں۔

۱۔ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۔ مآثر حکیم الامت ۳۔ بصائر حکیم الامت ۴۔ معارف حکیم الامت ۵۔

تالیفات حکیم الامت ۔ ۶ ۔ احکام میت ۔ ۷ ۔ اصلاح المسلمین ۔ ۸ ۔ افادات تاریخی ۔

برصغیر میں دین کی احیاء و اشاعت کا جو کام اللہ تعالیٰ نے شاہ ولی اللہؒ اور ان کی جماعت سے لیا وہ اپنی نظیر آپ ہے ۔ اس ابتلاء میں دین کی شمع فروزاں رکھنے میں بے شمار قربانیاں اور انتھک محنتوں، بے مثال جذبوں کا ایک مستقل اور مضبوط سلسلہ ہے جو آج تک جاری ہے ۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی عادت یہی ہے کہ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بگاڑ و خرابیاں زیادہ ہو گئیں اور لوگوں کے سامنے دین کی شکل رسومات کے پردوں میں چھپ کر بدلی ہوئی نظر آنے لگی تو اس ذات کریم نے کچھ بندے ایسے ضرور پیدا فرماتے جن سے کام لے کر تعلیمات محمدیہ اور شریعت کا نقشہ دوبارہ اجاگر کرا دیا گیا ۔ تجدید دین ، احیاء سنّت کا یہ عظیم الشان کام اس دور میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے لیا گیا ۔ مولانا تھانوی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ۔

دین کے تمام شعبوں میں جو جو غلط فہمیاں ، کوتاہیاں اس زمانے میں پیدا ہو چکی تھیں ان سب کا ازالہ کرنے کے لئے مولانا تھانویؒ نے عملی انداز سے بھی کام کیا اور مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف فرما کر شائع فرماتے رہے ۔ عملی طور پر انہی پر ہر مجلس میں انسان کے صحیح طرز حیات کو تعلق مع اللہ کی ضرورت اور اس کی ضرورت کو اجاگر فرماتے رہے ۔ اور ایک بہت بڑی جماعت ایسے افراد کی تیار فرما گئے ۔ جو خود ہی انسان نہیں بلکہ انسانیت ساز تھے ۔ عام طور پر لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ تصوف ۔ دینداری اور نیک ہونے کے لئے ترک دنیا لازمی ہے حضرت حکیم الامت نے قولاً و عملاً اس غلط فہمی کے ازالہ کیا ۔ اور اس کی وضاحت کی کہ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق ہو انسان اللہ والا بن سکتا ہے ۔ بس اس کو اپنے دل کی اصلاح کر لینی چاہیئے ۔ اپنے خیالات اور جذبات کا رخ صحیح رکھنا چاہیئے ۔ اور اپنے فرائض منصبی اپنی ذمہ داریاں بھرپور توجہ اور کامل لگن کے ساتھ انجام دینے چاہئیں ۔ اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی ان کی تربیت اور عزیز و اقربا ، محبت و شفقت کا برتاؤ کرنا بھی فریضہ دینی ہے ۔ اور ان تعلقات کو شریعت کے مطابق ادا کرتے رہنے سے انسان نیک بھی رہ سکتا ہے ۔ اور صوفی بھی ہو سکتا ہے ان تعلیمات کی وضاحت اور روشن مثالیں وہ شخصیات ہیں جن کا تعلق مختلف شعبوں سے ہے ۔ اور ان کے ساتھ ساتھ وہ اعلیٰ درجہ کے زاہد و عابد نیک متقی ہیں ۔

چنانچہ حکیم الامت کے ڈیڑھ صد سے زائد خلفاء کے مجاہدین اپنی اپنی جگہ انہی تعلیمات کا نمونہ تھے ۔ ان مجاہدین میں ہمارے دور میں ایک بڑی نمایاں ہستی حضرت اقدس ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی قدس سرہ تھے ۔ جن کے مطب پر مریضان جسمانی اور مریضان روحانی کا تانتا لگا رہتا تھا ۔ وہ ایک طرف اپنے فن کے ماہر اور شفیق و ہمدرد طبیب تھے تو دوسری طرف ایک نہایت درجہ کے صوفی اور سینکڑوں لوگوں کے مربی تھے ۔ اپنے شیخ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مزاج سے آشنا اور ان کی تعلیمات کی اشاعت کے حریص تھے ہفتہ میں

روزانہ مجلس ہوا کرتی تھی جس میں ہر طبقہ اور ہر شعبۂ زندگی کے لوگ حاضر ہو کر عرفانِ عارفی سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ہزاروں افراد ایسے ہیں جو ان مجالس کی برکت سے صحیح معنی میں انسان بن گئے۔ جن کی بگڑی ہوئی زندگی میں ایک نہایت پاکیزہ انقلاب آگیا۔ اتباعِ سنّت اور عشقِ الٰہی کا شعلہ ان کے سینوں میں چمکا۔ اور انہیں حقوق العباد کی ادائیگی کا حوصلہ پیدا ہوگیا۔

جمعہ کی محفل میں عام طور پر حالاتِ حاضرہ کو سامنے رکھ کر گفتگو فرماتے تھے۔ اور سامعین کو تسلّی بھی دیتے تھے۔ اور حق تعالیٰ شانہ سے تعلق رکھنے کی تلقین بھی فرماتے۔ خصوصیت سے اس کی تائید فرماتے تھے کہ اپنی ملازمت، تجارت یا جو بھی فرضِ منصبی ہیں اس کا حق ادا کرو۔ اس میں کوتاہی نہ کرو۔ کسی کا حق نہ مارو۔ کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرو۔

نماز کا اہتمام رکھو۔ چلتے پھرتے اور دیگر اوقات میں اللہ کا نام لیتے رہنے کی عادت ڈالو۔ گھر والوں کو کوشش رکھو۔ ان کی صحیح تربیت اور دینی تعلیم کا خیال رکھو۔ اپنی معاشرت، رہن سہن سب اسلامی طرز کا بناؤ۔ اپنی صورت و شکل سنّت کے مطابق رکھو۔ محض چند افعال کے کر لینے سے اپنے آپ کو کامل دیانت دار نہ سمجھ لو۔ بلکہ ہر شعبۂ زندگی میں دین کے جو احکامات ہیں ان سب کو سنّت کے مطابق ادا کرنے کی کوشش عمر بھر جاری رہنی ضروری ہے۔ موجودہ دور میں جو بے راہ روی ہے بیہودگی اور عریانی وغیرہ کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ اس کے نتیجہ میں دو تاثر ہوتے ہیں۔ بعض لوگ تو اس بدنظری اور برائی کے مناظر کو دیکھ کر مایوس ہو جاتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے خود کو نیک متقی رکھنا ممکن نہیں۔ دوسری طرف بعض لوگ اس بے حیائی اور بے ہودگی میں عملی حصہ لینے سے دریغ نہیں کرتے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب تمام معاشرتی برائیوں کے ان دو تاثرات کا علاج فرماتے تھے۔

برائی سے بچنے والے کو تسلّی دیتے تھے کہ ارادہ کر لو کہ گناہ نہیں کریں گے اور جب کبھی اس کی خلاف ورزی ہو جائے تو فوراً توبہ کر لو۔ پھر کر توبہ کر لو۔ خبردار مایوس نہ ہونا۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ سب معاف کر دے گا۔ دوسری طرف ان لوگوں کو خبردار کرتے تھے کہ جو شخص احکامِ شریعت توڑ رہے ہیں وہ اس کے ردِ عمل سے نہیں بچ سکتے اس نافرمانی کا وبال اسے ضرور بھگتنا پڑے گا۔

فرماتے تھے کہ ہمارے پاس بکثرت خطوط آتے ہیں کہ یہ پریشانی ہے یہ بیماری ہے اولاد نافرمان ہو رہی ہے معاشی پریشانی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر خیال ہوتا ہے کہ شاید کسی نے سفلی عمل کرا دیا ہے۔ فرماتے تھے کہ دوسروں کے بارے میں ہمیں خیال ہے کہ انہوں نے سفلی عمل کرا دیا ہو گا۔ مگر اپنے عمل کو بھی دیکھو نافرمانیاں ہی تو سفلی عمل ہیں بے شب و روز کی بے باکانہ زندگی، عریانی و فحاشی اور بے پردگی یہ کون سا اچھا عمل ہے۔ یہی تو سفلی عمل ہیں۔ یہ پریشانیاں تمہاری شامتِ اعمال ہیں۔ خود کو صحیح کرو۔ جب تک ان چیزوں کو ترک نہیں کرو گے سکون نہیں ملے گا۔

کہیں چین نہ پاؤ گے۔ توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ ان نافرمانیوں سے توبہ کرو۔ انشاء اللہ حالات بدل جائیں گے۔ حضرت ڈاکٹر کی مجلس اس قدر موثر اور مفید ہیں کہ بہت سے حضرات نے ان کو ریکارڈ کر کے محفوظ کر لیا ہے ان میں چند کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں اور مزید اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔

اسی طرح بروز پیر ایک مجلس ہوا کرتی تھی جس میں سلوک و تصوف کی راہ پر چلنے والے اپنی کیفیت وحالت کو درست کرنے کے لئے جمع ہوتے تھے۔ اس مجلس میں اپنے خاص دل نشین انداز پر مسائل ومعارف سلوک بیان فرماتے تھے۔ بڑے بڑے علماء اور محدث آپ کی اس مجلس میں شریک رہتے تھے اور عارفانہ نکات سے وہ محظوظ ہوتے تھے آپ کی تربیت کرنے کی ادا بہت نرالی اور بہت پیاری تھی۔ نہایت بے تکلفی اور شفقت کا انداز تھا۔ ہر شخص اپنا پن محسوس کرتا تھا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنے ارادتمندوں میں ایک پاکیزہ ذوق پیدا کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں ہر شخص اتباع سنت کو ایک اہم چیز اور اپنی زندگی کا مقصد سمجھنے لگا تھا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنی طرف سے چند تربیت یافتہ حضرات کو بھی بیعت وتلقین کی باقاعدہ اجازت مرحمت فرمائی تھی تاکہ بطور خاص یہ حضرات ان تعلیمات وہدایات کو عام کرتے رہیں۔ اور دوسرے مسلمانوں کو دین متین کی اہمیت اور ضرورت کا احساس دلاتے رہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کے خلفاء مجازین میں بھی علماء، ڈاکٹر اور دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات ہیں۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ کے عقیدت مندوں میں ایک بہت اہم نام ہمارے ملک کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کا بھی ہے جن کو حضرت والا سے خصوصی تعلق تھا اور تقریباً گھر کی ہر خصوصی تقریب میں حضرت ڈاکٹر صاحب کو دعوت دیتے تھے۔ اور میزبانی کا وہ انداز اختیار کرتے تھے کہ جو کوئی بھی سربراہ مملکت نہیں کر سکتا۔ جس کا حضرت والا نے کئی مرتبہ فرمایا۔ جنرل ضیاء الحق کے صاحبزادے اور صاحبزادی کی شادی کے موقع پر نکاح حضرت ڈاکٹر صاحب نے پڑھا۔ اور حضرت والا کے حکم کی وجہ سے کوئی فوٹو نہ کھینچا گیا۔ اور نہ کوئی ٹی وی فلم بنی۔ اس کے علاوہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی دعوت پر جب جنرل ضیاء الحق دارالعلوم کورنگی میں تشریف لائے اس وقت بھی کوئی فوٹوگرافر اور ٹی وی والا نہیں تھا۔ ایسا صرف حضرت ڈاکٹر صاحب کے حکم کی وجہ سے ہوا۔ اس تعلق خاص کی وجہ سے ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مملکت جنرل ضیاء الحق کے لئے ہمیشہ دعاگو رہے۔ اور زبانی و تحریری طور پر نصیحت فرماتے رہے۔ اسی تعلق خاص کی وجہ سے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے حضرت ڈاکٹر صاحب کی نماز جنازہ میں خود شرکت فرما کر اپنے تعلق خاص کا اظہار کیا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کے متعلقین و مریدین اس وقت مکہ مکرمہ۔ مدینہ منورہ۔ ریاض۔ کویت۔ ابوظہبی۔ ...ن۔ انگلینڈ۔ فرانس۔ جرمنی۔ امریکہ۔ بنگلہ دیش۔ افغانستان۔ ترکی اور دیگر ممالک میں موجود ہیں۔

میرا تعلق بھی حضرت ڈاکٹر صاحب سے خادمانہ رہا ہے۔ اور باقاعدہ ان سے تعلق رہا ہے۔ جس کی بنیاد پر چند ...طریں اپنے دوستوں اور بزرگوں کے لئے تحریر کر رہا ہوں۔ اگر اس تحریر میں کوئی کوتاہی رہ گئی ہو تو قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں۔

گلستاں میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے
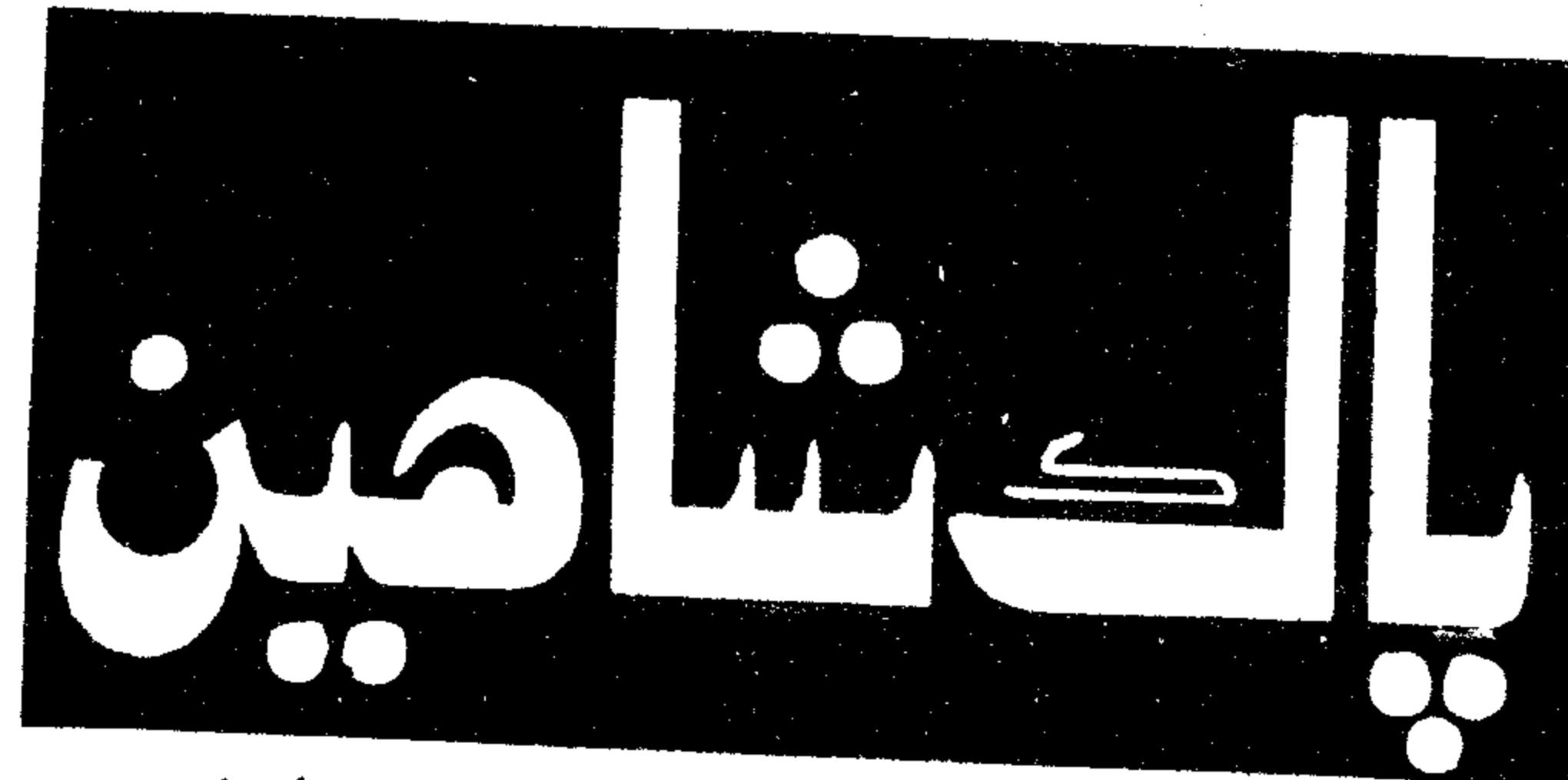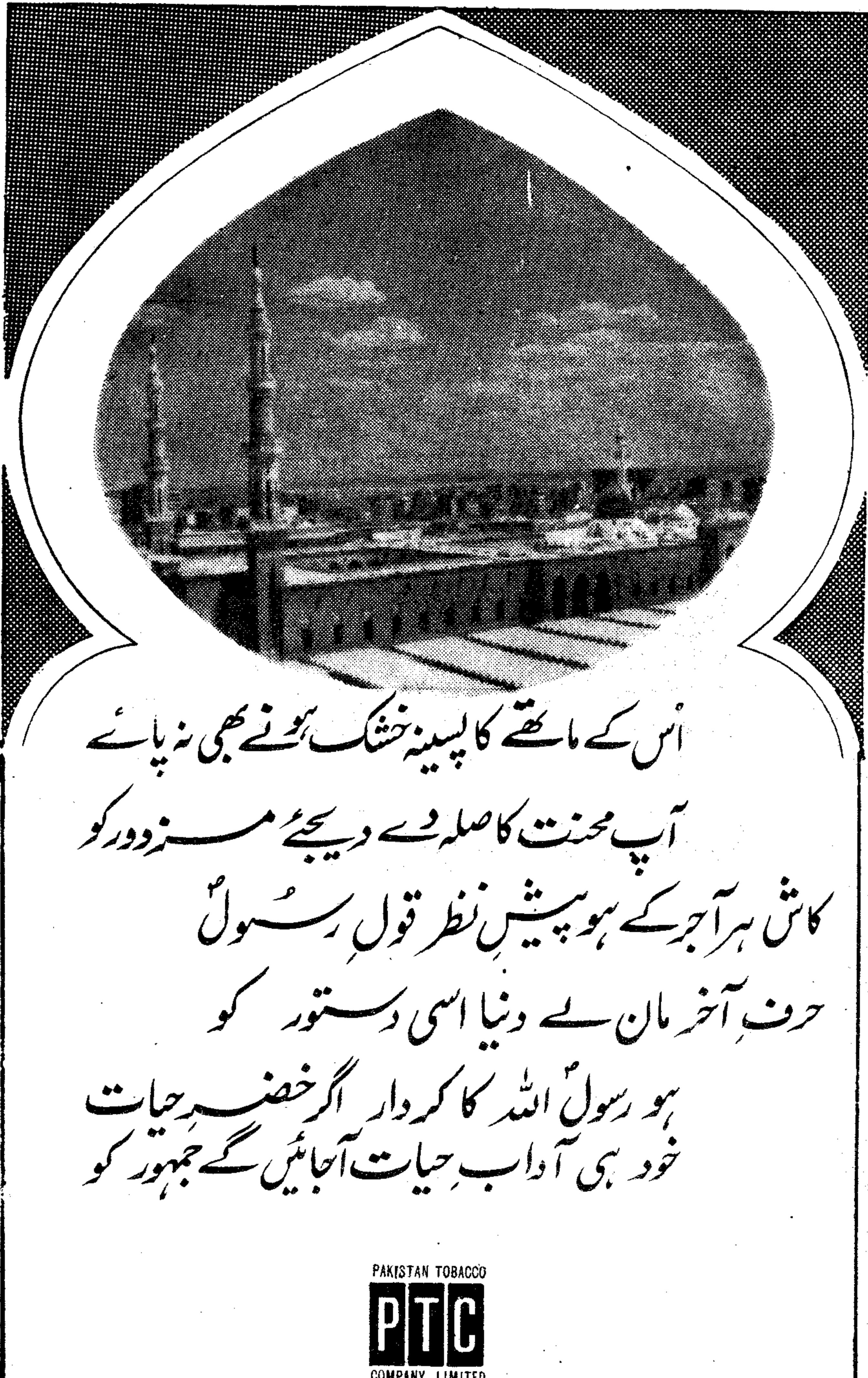
اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسول اللہؐ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق
مدیر الحق مولانا سمیع الحق

قومی اسمبلی اور سینیٹ میں اذانِ حق

۱۶ر جون ۱۹۰۶ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے قومی اسمبلی کے ایوان سے جو خطاب فرمایا سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے نذر قارئین ہے

مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک ‏ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

عالی جناب سپیکر صاحب! اور معزز اراکین۔ میں کمزوری اور بیماری کی وجہ سے کچھ معروضات پیش کرنے کا اہل بھی نہیں۔ لیکن محترم سپیکر صاحب کی مہربانی کہ انہوں نے مجھ ناچیز کو موقع دیا۔ میں اس وقت یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے محترم مولانا ارشاد تراب الحق) نے دو باتیں جو اس وقت آپ کے سامنے پیش کی ہیں ان دو باتوں کے متعلق مختصراً عرض کردوں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ ہمارا قومی بجٹ ہے۔ اور قوم اس کو کہتے ہیں جس کے اپنے خصوصیات ہوں۔ اب سب سے پہلے ہماری خصوصیات کیا ہیں۔ مثلاً زبان ہے۔ اب ہماری زبان عام طور سے عوام جتنے بھی ہیں وہ فی صد کم از کم اردو بولتے ہیں۔ اور یہاں اسمبلی اور سینیٹ میں ۵۰ فیصد ایسے ہوں گے جو انگریزی کو جانتے ہیں ورنہ ان کی اپنی مادری زبان اردو ہے۔ اور مادری زبان ہی کو جانتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ قوم نے ہمیں بھیجا ہے تم جاکر ہمارے لئے آئین کے دفعات اور قوانین اور اس کے نفاذ کے لئے کوشش کرو۔ وہ عوام جو ہمیں ووٹ دیتے ہیں وہ انگریزی دان اور انگریزی بولنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ انگریزی غیر قومی لسان کو ہم نے تو اس وقت جب کہ ہندوستان آزاد ہوا، پاکستان آزاد ہوا۔ اس وقت سے ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ یہاں قوانین بنتے ہیں ان کی زبان جو قوانین بنانے والے ہیں وہ انگریزی زبان میں بولتے ہیں کم از کم ایوان کے اندر ۵۰ فی صدا ایسے ہیں جن کو یہ معلوم نہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ قوم کی گردن پر ہم ایک قانونی تلوار رکھتے ہیں۔ لیکن نہ ہمیں معلوم ہے اور نہ قوم کو معلوم ہے کیوں ؟ کہ وہ انگریزی نہیں جانتے۔

میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔ ہر قوم کی غیرت کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ اپنی اور مذہبی چیز کو محفوظ رکھے یہاں پر صدر ایران آئے تھے لیکن انہوں نے اپنی زبان کو نہیں چھوڑا۔ دنیا بھر کے سربراہان تشریف لاتے ہیں اور جن کی عربی زبان ہے۔ وہ عربی زبان میں تقریر بھی کرتے ہیں اور بیانات بھی دیتے ہیں۔ اور ان کی دوسری زبان ہے۔ مثلاً جاپانی یا جرمنی یا عربی تو اپنے اپنے زبان میں تقریر کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کو انگریزی نہیں آتی لیکن وہ انگریزی کو بسبب کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری قوم کی زبان نہیں ہے۔ تو ہم اس کو کیوں کہیں۔ اس لئے وہ اگر یہاں

جاپان سے آتے ہیں تو جاپانی زبان میں تقریر کرتے ہیں ۔ مگر ہمارے پاکستانی اپنے ایوان میں جو مسلمانوں کا ہے ۔ اور زیادہ تر حصہ مسلمانوں کا ہے ۔ اس ایوان میں ہماری یہ حالت ہے کہ ہم کو اپنی زبان پر شرم آتی ہے ۔ رعب ڈالنے کے لئے کہ ہم بھی انگریزی جانتے ہیں ۔ اور کچھ نہیں ہے ۔ صرف اتنی بات ہے لیکن اس کو دیکھنا ہے کہ ہم جو بات کہتے ہیں کیا اس ایوان کے معزز اراکین اور عوام جو باہر ہمارے کردار کو دیکھ رہے ہیں وہ بھی سمجھتے ہیں یا نہیں اگر وہ نہیں سمجھتے اور میں نے عرض کیا کہ آپ تجربہ کریں ۔ ۵ فیصد انگریزی کو نہیں سمجھتے ۔ اس لئے انگریزی ہمیں بولنا چاہئے ۔ اور اردو کے لئے ہمیں بجٹ میں انتظامات کرنے چاہئیں ۔

دیکھئے ! ہمیں پہلے دن جو بجٹ ملا ۔ ایک بہت بڑا بنڈل کوئی ۲ من کا ہوگا ۔ لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ناراض نہ ہوں قسم دیتا ہوں کس نے پڑھا ہے اور اس پر جو لاکھوں روپے خرچ ہوئے ہیں اس کا کیا فائدہ ۔ وجہ یہ ہے کہ وہ انگریزی میں ہے ۔ اس کی تمام تفصیلات انگریزی میں ہیں ۔ ہم نے تو انگریزوں کو طلاق دے دی ہے چھوڑ دیا ہے ۔ پھر اس انگریزی کو کیوں مسلط کیا جاتا ہے ۔ یہاں سب بڑے بڑے قابل سمجھدار قانون دان موجود ہیں وہ قوم کی حالت پر ، عوام کی حالت پر رحم کریں کہ وہ جہاں تک ممکن ہو سکے اس زبان کو جو قومی ہے اور جس کو عوام اور خواص بولتے اور سمجھتے ہیں اس کو رائج کیا جائے ۔

ایک چیز تو میں یہ عرض کر رہا تھا جس کی طرف مولانا نے اشارہ بھی کیا اور دوسری چیز میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ پاکستان جو بنا ہے وہ اس لئے کہ یہاں اسلام کا نفاذ ہوگا اب دیکھنا یہ ہے کہ ۳۹ سال ہم نے جو پاکستان میں گذارے ہیں اس میں ہم نے اسلام کا کتنا کام کیا ہے ۔ ہم خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے کہ تمہارے ۳۹ سال گذر گئے اور آزادی کے زمانے میں ۔ مگر تم نے ان ۳۹ سال میں کیا کیا ۔

میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ قرآن مجید میں سورۃ بقرہ میں یہ واقعہ ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام انہوں نے اپنی قوم کو فرعون مصر سے چھڑایا اور جب بحیرۂ قلزم سے پار ہو گئے تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو ڈگڈگی اور ڈھول بجا رہے ہیں ۔ اور کچھ لوگ ہیں جو موسیقی میں لگے ہوئے ہیں ۔ اور گاؤ پرستی میں لگے ہوئے ہیں ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قوم نے کیا درخواست کی " یاموسیٰ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہہ (الآیۃ)

اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایسا خدا تجویز کر جیسا ان کے لئے ہے جو گاؤ پرستی میں لگے ہوئے ہیں ۔ اور موسیقی اور ناچ میں مشغول ہیں ۔ ہمارے لئے بھی ایسا خدا بنا لو ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا افسوس تمہاری حالت پر کہ خدا نے تم کو غلامی سے آزادی دی جیسے ہم لوگوں کو اللہ پاک نے انگریز کی غلامی سے نجات دی ۔ ہندو کی غلامی سے آزادی دی اور ہمیں اللہ نے پاکستان

بڑی نعمت عطا فرمائی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں "قال انکم قوم تجہلون" بڑے جاہل ہو بڑے ناشکرے ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ ظالمو! یہ تو کافر ہیں مشرک ہیں ڈگڈگی بجا رہے ہیں۔ جیسے ہمارے ملک قوم ہمارے اور دوسرے لہو ولعب میں لگے ہیں۔ ہماری قوم اب کہتی ہے کہ ہم آزاد ہو گئے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ یہ تماشے جو یورپ کے مختلف ممالک میں یا کفاروں کے مختلف ممالک میں ہوتے ہیں وہ ہمارے لئے جائز کردو۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ان ۲۹ سال میں ہم نے دین کے لئے کیا کیا۔ اور اس وقت یہ بھی مطالبہ ہمارا ہو رہا ہے کہ ہمارے لئے ایسی تہذیب، تمدن جاری کرو جیسا کہ یورپ والے رات اور دن عیاشی میں مشغول ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔ میرے محترم بزرگو۔ قوم موسیٰ نے اس وقت تو یہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو جمع کر کے کہا کہ:۔

دیکھو جب غلام تھے تو غلام کے لئے آزادی نہیں۔ اس کا تو اپنا اختیار نہیں ہوتا غلامی میں تو حاکم کی تابعداری کرنی ہے لیکن اب تم آزاد ہو گئے۔ اب تمہارے لئے قانون خداوندی ہے جس کی تعمیل تمہیں کرنی ہوگی۔ قوم نے کہا بہت بہتر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لئے قانون خداوندی ہو تو موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اور وہاں پر بذریعہ شریعت قانون کی کتاب خدا کی طرف سے ان کو ملی اور پھر وہ ان کے پاس آئے اور انہوں نے قوم کو جمع کیا۔ جس طرح کہ ہم یہاں ایوان میں جمع ہیں۔ اسی طریقہ سے لاکھوں لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے کھڑے ہو کر قوم کے سامنے تقریر کی کہ یہ توریت شریعت خدا کا وہ قانون ہے جو آزاد ملک میں رہنے والے لوگوں کے لئے ہے۔ تمہارے لئے یہ اللہ کا قانون ہے یہ خدا نے مجھے دیا ہے۔ کہ یہ قانون قوم کو پہنچا دو۔

قوم نے کہا کہ ہمیں کیا معلوم ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے یا نہیں ہمیں یہ تو معلوم نہیں ہے ہم تو تب اس کو اللہ کا کلام کہیں گے کہ یہ کلام خود اقرار کرے اور خود توریت شریف کے ذریعہ سے ہمیں معلوم ہو جائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اچھا تم قوم کے چیدہ چیدہ نمائندگان کو منتخب کرو جس طرح کہ یہاں قوم نے نمائندے منتخب کیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تم نمائندے مقرر کرو تا کہ میں اللہ کے دربار میں لے جاؤں۔ چنانچہ انہوں نے ستر آدمی منتخب کئے اور کوہ طور پر گئے۔ تو انہوں نے اللہ کا کلام سنا۔ سننے کے بعد حضرت موسیٰ نے نمائندوں سے کہا کہ کیا تم نے اللہ کا کلام سن لیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں سن لیا ہے۔ لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کس کی بولی تھی یہ کس کی زبان تھی یہ کون تھا۔ یہ تو ہمیں معلوم نہیں ہم تو تب مانیں گے کہ جب ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ اور وہ فرمائیں کہ یہ میرا کلام ہے۔

حضرت موسیٰؑ بڑے غصہ ہوئے اور خدا کی جانب سے منتخب لوگوں پر ایک دن صاعقہ یعنی بجلی گری۔

کیونکہ یہ تو بڑی جرأت ہے۔ دنیا کا صدر اور بادشاہ تو ہر کسی کے در پر نہیں جاتا۔ تو خدا تمہارے در پر کیسے جائے گا۔ یہ تم نے کیا کہا کہ خدا ہمارے ساتھ براہِ راست۔ بالمشافہ انٹرویو کرے۔ اور ہمیں سمجھائے تب ہم نانیں گے۔ اس وقت ان کے اوپر ایک صاعقہ یعنی بجلی گری۔ اور سب مر گئے۔

کونسل کے جتنے نمائندے تھے وہ سب ختم ہو گئے۔ حضرت موسیٰ اکیلے رہ گئے۔ عرض کیا یا اللہ میری قوم زور آور قوم ہے اب جب میں قوم کے پاس جاؤں گا تو وہ کہیں گے کہ ہمارے نمائندوں کو تم نے قتل کر دیا اور یہ اوپر دعویٰ کریں گے۔ یا اللہ ان کو تو زندہ کر دے تاکہ یہ قوم کے سامنے جا کر خود گواہی دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان نمائندوں کو کوہِ طور پر زندہ کیا۔ حضرت موسیٰ ان نمائندوں کو لے کر اپنی قوم کے پاس گئے۔ جب قوم کے پاس گئے تو جلسہ ہوا۔ جلسہ میں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ تورات شریف اللہ نے ہمیں قانونِ زندگی عطا فرمایا ہے۔ وہ نمائندے بیٹھے ہوئے تھے ان نمائندوں سے کہا تم کھڑے ہو جاؤ۔ کیا تم نے سنا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ یا نہیں سنا۔

قوم کے جو نمائندے کوہِ طور پر گئے تھے انہوں نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے عوام، اے قوم یہ ٹھیک ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اور خدا نے نازل فرمایا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ جتنا تم سے ہو سکے آسانی سے اس پر عمل کرو۔ ورنہ خیر خیریت ہے۔ یہ جملہ اپنے پاس سے بڑھا دیا۔

نمائندے نے یہ تو کہا کہ یہ خدا کا کلام ہے اس لئے کہ کوہِ طور پر ڈنڈا لگانے والا تھا۔ لیکن پھر ساتھ یہ اضافہ کر دیا کہ جتنا تم سے ہو سکے کرو جتنا نہ ہو سکے مت کرو۔

حضرت موسیٰؑ بڑے ناراض ہوئے اور یہ کہا کہ اے قوم تم خدا کی کتاب میں ترمیم اور تحریف کر رہے ہو۔ خداوند کریم نے یہ کہاں فرمایا ہے۔ کہ تم سے جو ہو سکے وہ کرو اور جو نہ ہو سکے وہ نہ کرو۔ چنانچہ اس قوم کو وادیِ تیہ میں چالیس سال تک قید رکھا۔ اور قید کے بعد چالیس سال بعد تمام بوڑھے جو تھے وہ مر گئے اور نئی نسل نوجوانوں کا پیدا ہوا۔ انہوں نے پھر جہاد کیا۔ جھنڈا بلند کیا اور دین کا جھنڈا بلند کیا۔

میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہم نے ۳۹ سال میں دین کے لئے۔ قرآن کے لئے اور اشاعتِ دین کے لئے کیا کام کیا ہے۔ اور اگر کیا ہے تو وہ جواب ہے جو بنی اسرائیل نے کہا کہ جتنا ہم سے ہو سکے گا کریں گے اگر یہ جواب ہے تو اس جواب کا معنی تو انکار ہے۔ اس جواب کا معنی تو خدا کے عذاب کو دعوت دینا ہے جیسا کہ اس وادی میں ان کو قید کیا گیا اور وہ وہاں مر گئے۔ اور پھر اس کے بعد ایک دوسری نسل پیدا ہوئی اور انہوں نے اسلام کو جاری کیا۔ میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ساڑھے نو کروڑ مسلمان جو پاکستان میں ہیں انہوں نے ہم کو منتخب کیا ہے۔ اور یہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تم اللہ کا قانون ہمارے سامنے پیش کر دو

اور اس کو جاری کردو۔ اب قوم کی ذمہ داری ہمارے سروں پر ہے۔ اگر ہم نے اس میں لیت ولعل سے کام لیا تو جیسا کہ بنی اسرائیل نے کہا کہ جتنا ہو سکے کرو اور جتنا نہ ہو سکے چھوڑ دو۔ اگر خدانخواستہ ہم نے بھی یہی جواب دیا کہ جتنی بیاشتی ہم چھوڑ سکیں گے چھوڑ دیں گے۔ ورنہ اس سے زیادہ نہیں چھوڑیں گے۔ تو یاد رکھئے جس طرح وادی تیہ میں ان کو ہلاک کیا گیا۔ اسی طرح ہماری قوم کا بھی انجام ہوگا۔

تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ حتی الوسع اردو میں تقریر فرمایا کریں تاکہ باہر نو کروڑ عوام ہیں اور یہاں جو ۵۰ فیصد ہیں۔ کم سے کم یہ تو سمجھیں کہ کسی مقرر نے کیا دلیل بیان کی ہے۔ اور کیا تقریر کی۔

دوسری یہ گذارش ہے کہ ہم الحمدللہ ۳۹ سال سے غلامی سے آزاد ہو گئے ہیں۔ غلامی کے دور میں ہم انگریز اور ہندو کے تابع تھے اور غلام بیچارہ ہوتا ہی تابع ہے۔ لیکن اس کے بعد الحمدللہ ہم آزاد ہیں۔ اس ۳۹ سال میں ہم نے قرآن مجید پر عمل نہ کرنے کے بہت سے بہانے کئے۔ اس کا موقع نہیں کہ آپ سے تفصیلاً عرض کروں بہت سے بہانے بنائے میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ یہ ہمارے امتحان کا آخری وقت ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ کی طرف سے گرفت نازل ہو کہ تم کو ہم نے آزادی دی۔ پاکستان جیسی نعمت عطا فرمائی۔ قرآن جیسی نعمت عطا فرمائی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا۔ تو ہم نے دین کے لئے اور اسلام کے لئے کونسی پیش قدمی کی؟ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ سوال ہم سے ہوگا اور باقی جتنی تفصیلات ہیں یہ اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں۔ لیکن سب سے پہلے جو پاکستان بنایا اس وقت نعرہ کیا تھا پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ یہی تھا یا کچھ اور تھا۔ اصل بات یہ ہے ہمیں اس بجٹ میں سب سے پہلے اس لا الہ الا اللہ کی اشاعت کے لئے اس کے اجراء اور نفاذ کے لئے جتنا ہم سے ہو سکے کرنا چاہیئے۔ محترم وزیر خزانہ سے اور دوسرے وزراء سے عرض کروں گا کہ جس مقصد کے لئے ہم یہاں آئے ہیں اور پاکستان بنایا ہے اس مقصد کی طرف پوری توجہ دیں اور ہم سب یہ فیصلہ کریں کہ جب تک ہماری زندگی باقی ہے ہم اللہ کے دین کا بول بالا کریں گے اور انشاء اللہ دین کی اشاعت اور دین کی خدمت کریں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین ہ

حاجی محمد عمر خان کی شریعت بل کی حمایت اور اچانک وفات پر ۸ جولائی کو سینیٹ میں مولانا سمیع الحق کی تقریر

یہ ان کے اسلام کا جذبہ ہے کہ آج پورا ایوان ان کو اسلام کے داعی ہونے کی حیثیت سے خراج تحسین پیش کر رہا ہے۔ ان میں یہ جذبہ تھا اور جس میں یہ جذبہ ہو وہ کبھی نہیں مر سکتا۔

تقریباً چار سال ہم مجلس شوریٰ میں رہے۔ ایوان میں، راہ چلتے یا کسی موقع پر بھی جب ان سے ملاقات ہوئی تو ان کی پہلی بات یہی ہوتی تھی کہ مولانا صاحب آپ اسلام کے بارے میں کیا کر رہے ہیں۔ اسلام کا نفاذ

یہی ان کی تمنا اور آرزو تھی۔ یعنی چوبیس گھنٹے ان کو یہی فکر دامنگیر رہتی تھی۔ جب کبھی انہوں نے تحریری طور پر بھی کوئی بیان پڑھ کر سنایا تو اس میں بھی یہی بات نمایاں ہوتی تھی کہ اسلام کو پاکستان میں نافذ کیا جائے۔ اور یہی چیز انسان کو کامیاب بنا دیتی ہے۔ کہ مقصد حیات کے ساتھ اور دین کے ساتھ اس کی کتنی وابستگی اور جذبہ ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو حیات مستعار کے آخری لمحات میں بھی شہادت حق پر پورے اتر جاتے ہیں۔ اور ان کے اعمال نامہ زندگی کا تمت اتنا شاندار ہو جاتا ہے کہ ملک الموت اور کراماً کاتبین نے قدم رکھا ہوگا کہ خدا کے لئے اسلام کو جلد نافذ کر دو۔ چالیس سال سے ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اس لئے ہمارا سر شرم سے جھکنا چاہیئے۔ ہمیں شرم آنی چاہیئے۔ کہ چالیس سال سے ہم نے اپنے وعدے پورے نہیں کئے۔ یہ ان کے الفاظ ہیں۔ انہوں نے یہ کہا کہ اگر شریعت بل نافذ نہ کیا گیا تو آپ خود بھی ڈوب جائیں گے۔ اور ہمیں بھی ڈبو دیں گے۔ اور آنے والی نسلیں ہمارے آباؤ اجداد کی ہڈیاں قبروں سے نکال کر سمندر میں پھینک دیں گے کہ آپ نے اسلام اور دین کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

میں نے ان کے یہ الفاظ اس لئے دہرائے ہیں کہ یہ سینیٹ کے ریکارڈ پر بھی آجائیں۔
میں سمجھتا ہوں کہ ان کو سفر آخرت نصیب ہوا بات کچھ اس طرح ہے کہ ؎

دی کس طرح سے جان تہ تیغ داغ نے
لب پر تبسم اور نظر یار کی طرف

جب ملک الموت ان کے سرہانے کھڑا تھا تو اس موقع پر انہوں نے ثابت کر دیا کہ میرا دل جو ہے وہ ان جذبات سے بھرا ہوا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ دل چیر کر تو نہیں دکھا سکتا۔ مگر انہوں نے دل چیر کر بھی دکھا دیا۔ برسر اقتدار طبقہ کو اپنی پارٹی (مسلم لیگ) کو کہ خدارا اب لیت و لعل سے کام نہ لیجئے۔

آج جب ہم ان کے لئے یہاں خراج تحسین پیش کر رہے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ ان کے لئے بہترین خراج تحسین یہ ہے کہ ہم ان کی وصیت کو جو جاتے جاتے انہوں نے چھوڑی ہے اس پر فوری طور پر عمل کریں۔

شریعت کے نفاذ کے بارے میں الحمدللہ ہم ابتداء سے باتیں کر رہے ہیں۔ اسے نافذ کرنے کا عزم بھی دہرا رہے ہیں وعدے بھی کر رہے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اب اسے عملی طور پر نافذ کر کے دکھانے کا وقت آیا ہے۔ اس لئے خدا را وعدوں اور تقریروں کو چھوڑیں عمل کا وقت آیا ہے اسے نافذ کر کے دکھانے کا وقت آیا ہے۔ اب ہم آخری مرحلے اور آخری سٹیج پر پہنچ چکے ہیں۔ اب یہ باتیں نہیں ہونی چاہیں۔ کہ اگر شریعت بل نافذ ہوا تو پھر یہ ہوگا۔ وہ ہوگا۔ ہم سب اسے نافذ دیکھنا چاہتے ہیں۔ قوم شریعت کو نافذ دیکھنا چاہتی ہے۔ اسی سے ہی حاجی محمد عمر مرحوم کی روح کو آسودگی حاصل ہوگی۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۰

کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی
ڈائریکٹوریٹ آف پرسانل

آسامی خالی ہے

لیبڈیال ہسپتال اسلام آباد میں الیکٹرانک انجنیئر (بی پی ایس ۱۸) کی آسامی پُر کرنے کے لئے پاکستان کی قومیت رکھنے والے موزوں امیدواروں سے مقررہ فارموں پر درخواستیں مطلوب ہیں آسامی کے لئے درکار کم از کم قابلیت اور تجربہ حسب ذیل ہوگا۔

قابلیت و تجربہ۔ بی ایس سی انجنیئرنگ الیکٹرانکس اور انسٹرومنٹس میں معہ میڈیکل الیکٹرونکس میں سپیسلائزیشن

۱۔ شعبہ میں پانچ سالہ تجربہ۔

۲۔ امیدواران درج ذیل اضافی سہولیات کے حق دار ہوں گے۔

i۔ رہائش: مشاہرہ کے ۵٪ کی شرح سے بتابع دستیابی۔

ii۔ میڈیکل۔ مفت طبی علاج معالجہ برائے ملازم اور اہل خانہ بمطابق قواعد

iii۔ جی پی فنڈ۔ سی ڈی اے قواعد کے تحت حاصل ہوگا۔

iv۔ پنشن اور گریجویٹی۔ سی ڈی اے پنشن ریگولیشنز ۱۹۸۱ء کے تحت حاصل ہوگی۔

۳۔ کوٹہ۔ میرٹ پر

۴۔ عمر ۳۵ سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے حقیقی مستحق صورتوں میں قابل رعایت

۵۔ درخواست فارمز باقاعدہ مکمل کردہ ڈگریوں، ڈپلوماز، سرٹیفکیٹس اور تصدیقات کی نقول کے ہمراہ ڈائریکٹر پرسانل سی ڈی اے فلیٹڈ بلاک II اسلام آباد کو ۸۶-۸-۱۰ کو یا قبل پہنچ جانے چاہئیں درخواستیں مقررہ فارم پر دی جائیں جو ۲ روپے فی فارم ادا کر کے ڈی ڈی او (سیکرٹریٹ) سی ڈی اے سے حاصل کئے جا سکتے ہیں راولپنڈی / اسلام آباد کے علاوہ سکونت رکھنے والے امیدواران بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر ۳/- روپے ڈی ۔ ڈی ۔ او (سیکرٹریٹ) سی ڈی اے فلیٹڈ بلاک II اسلام آباد بھیج سکتے ہیں امیدواران اپنی درخواست موزوں توسط سے ارسال ارسال کریں۔ برسر روزگار امیدواران اپنی درخواست موزوں توسط سے ارسال کریں۔

عبدالوحید
ڈائریکٹر پرسانل سی ڈی اے

فون ۸۲۳۱۲۳

(PID(I)30?/1)
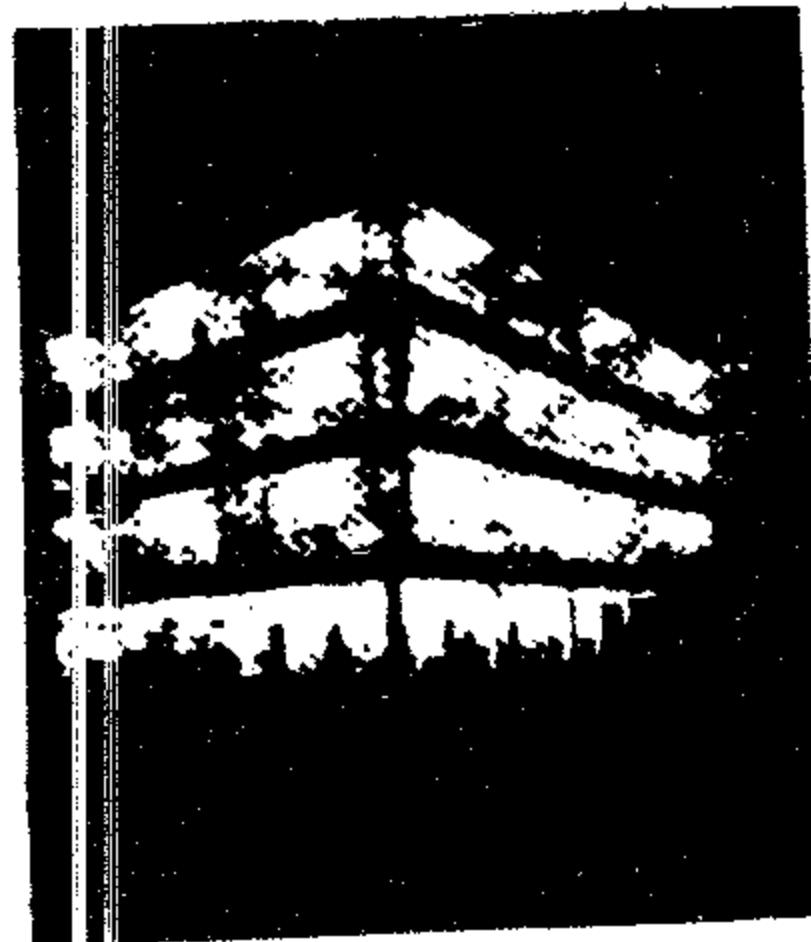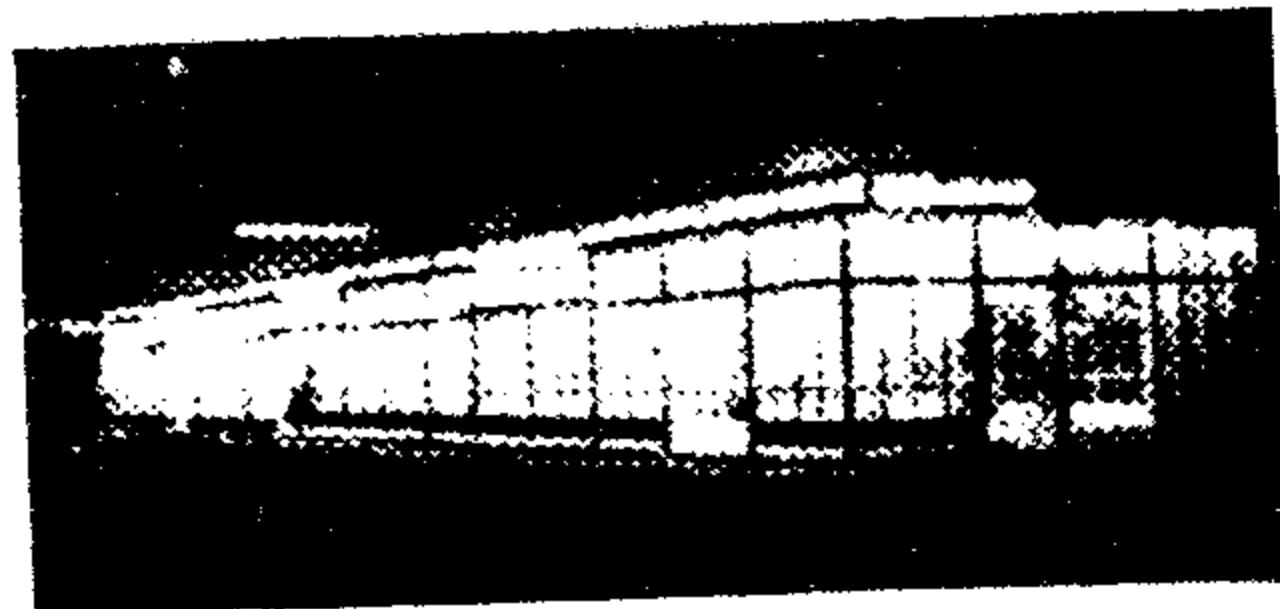
دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ کا
KG
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہ پاکستان —— حسن ابدال
فیکٹری آفس: ۱۰۰-بارے اسٹریٹ صدر راولپنڈی
رجسٹرڈ آفس: ۳-ایبٹ روڈ، لاہور

کس نے کیا کہا
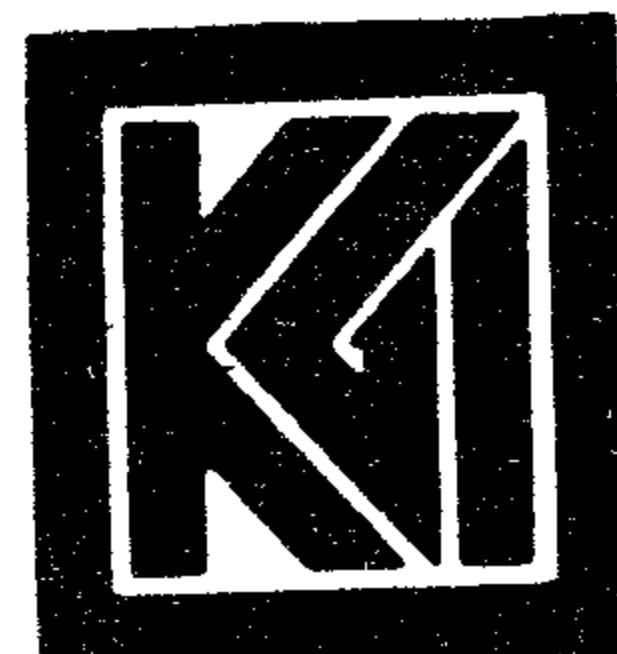
ماہنامہ الحق اگست ۸۵ء کے شمارے میں جناب مدیر الحق نے چوہدری ظفراللہ قادیانی کے آنجہانی ہونے پر ادارتی تحریر لکھی مرزائیت کے آرگن ماہنامہ "تحریک جدید" ربوہ نے "کس نے کیا کہا" کے عنوان سے مولانا کی ادارتی تحریر نقل کی اور اس پر تنقید وتبصرہ بھی لکھا۔ ذیل میں وہی بلا تبصرہ نذرِ قارئین ہے عقل ترازو ہے قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کس نے کیا کہا اور کس کا کہنا برحق تھا۔ (ادارہ)

مولوی سمیع الحق صاحب مدیر "الحق" کو شکوہ ہے کہ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کو اتنا بھرپور خراجِ عقیدت کیوں پیش کیا گیا۔ الحق میں نقشِ آغاز میں وہ لکھتے ہیں:۔

" اسے المیہ کہئے یا دینی بے حسی یا ضرورت سے زیادہ جذبہ رواداری کا مظاہرہ کہ صدرِ مملکت، وزیر اعظم، کابینہ، وکلاء، سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے ججوں، وفاقی محتسب اور سیاسی لیڈروں نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر چوہدری صاحب کی وفات پر تعزیتی پیغامات بھیجے اور نشر کرائے۔ پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کیا اور چوہدری صاحب کے کردار کو خراجِ تحسین پیش کیا اور بعض ذمہ دار حضرات نے تو اس میں بڑی جرأت اور بے باکی سے شرعی حدود کا تجاوز بھی کیا کہ ایک کافر اور مرتد کی روح کی ٹھنڈک کی دعائیں بھی کیں جس کا حق حضرت ابراہیمؑ جیسے جلیل القدر نبی کو بھی خدا نے نہیں دیا۔ کہ وہ اپنے کافر والد کی مغفرت کی دعا کر سکیں۔ حقیقت تب سامنے آئے گی جب فرشتے نامۂ اعمال بارگاہِ ربوبیت میں پیش کر دیں گے "

مزید لکھتے ہیں کہ:۔

"ہمیں حیرت ہے کہ وفات کے بعد چوہدری ظفراللہ کو محبِ وطن قوم پرست اور ملت کا خیر خواہ باور کرانے کی کوشش کی گئی"

آگے لکھتے ہیں:۔

" بہرحال اب چوہدری صاحب وہاں ہیں جہاں سب کو جانا ہے مگر دینی و ملی تشخص سے سرشار قومیں دوست اور دشمن کی تمیز ہر حال میں ضروری سمجھتے ہیں مگر یہاں تو یار لوگوں نے اظہارِ تعزیت میں فراخدلی اور وسیع النظری کے وہ وہ مظاہرے کئے کہ عقل و خرد اور تدبیر و دانش سر پیٹ کر رہ گئے۔ اور سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہم دینی قدروں سے عاری اور غیرتِ ملی سے تہی دست کسی قوم کے فرد ہیں یا اسلامی اقدار و حدود اور تعلیمات سے تہی دامن جاہل قوم یا پھر منافق اور یا پھر اتنے وسیع الظرف اور روشن خیال و فراخ دل کہ جس کی وسعتوں میں ایمان و علم اور غیرت و حمیت کی ہر ہر نشانی ڈوب کر رہ گئی ہے۔" (الحق اگست ۱۹۸۵ء)

اب آپ خود اندازہ کریں کہ ایک طرف مولوی سمیع الحق صاحب ایک ماہنامہ کے مدیر اور دوسری طرف صدرِ مملکت، وزیر اعظم، کابینہ، وکلاء، سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے جج وفاقی محتسب سیاسی لیڈر ـــــ ترازو کے پلڑوں میں رکھ کر دیکھ لیجئے کہ مولوی سمیع الحق صاحب وزنی ہیں یا دیگر تمام حضرات جنہوں نے حضرت چوہدری صاحب کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ عقل و خرد اور تدبیر و دانش نے اگر سر پیٹا ہے تو یہ کس کی عقل و خرد اور تدبیر و دانش ہے اور اس کی کیا وقعت ہے۔ اسمیں کیا شک ہے کہ بعض لوگوں کی سوچ کا زاویہ اور سمجھ بوجھ کا انداز درست کرنے کی ضرورت ہے۔ (تحریک جدید۔ ربوہ دسمبر ۸۵ء)

مولانا سیف اللہ حقانی
مدرس و فاضل دارالعلوم حقانیہ

بقیۃ السلف شہید علم حضرت الاستاذ

مولانا محمد علی صاحبؒ

استاذ فقہ دارالعلوم حقانیہ

برصغیر کی سب سے بڑی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند نے اگر ایک طرف اسلامی دنیا کی بہترین علمی خدمات انجام دئے اور نامور سپوت پیدا کئے تو دوسری طرف اس میدان میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بھی سباق الغایات رہا۔ چنانچہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے بھی ملت اسلامیہ کی جلیل القدر علمی و اشاعتی خدمات انجام دیں۔ اگر دارالعلوم دیوبند نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ۔ حکیم الامت تھانویؒ جیسے جامع الصفات باکمال اشخاص اور رجال کار پیدا کئے تو مظاہر العلوم سہارنپور نے بھی حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی صاحب بذل المجہود فی حل ابی داؤد اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا جیسی نامور ہستیاں پیدا کیں۔ ان نامور ہستیوں میں ایک ہمارے مربی محسن عظیم فقیہ استاد محترم حضرت مولانا محمد علی نور اللہ مرقدہ بھی ہیں۔

آپ ایک جید نڈر۔ ممتاز عالم دین اور لایخافون لومۃ لائم کے صحیح مصداق تھے۔ اور بیک وقت محدث و مفسر و فقیہ و نحوی و صرفی اور اصولی الغرض ہر فن میں اعلیٰ مہارت کے مالک تھے۔ تقریر نہایت فصیح اور دلنشین تھی۔ طلبہ میں آپ زیادہ محبوب تھے اور اپنی خداداد صلاحیت کی بنا پر تادم آخر دارالعلوم حقانیہ کی مسند تدریس پر براجمان و رونق افروز رہے۔ اور فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ اخیرین کے درس سے فارغ ہوتے ہی درسگاہ حقانیہ ہی میں اس دار فنا کو خیرباد کہہ کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اور یہ مادر علمی دارالعلوم حقانیہ پر حق تعالیٰ کی خصوصی نعمت و عنایت رہی کہ استاذ محترم حضرت مولانا محمد علیؒ جیسے باکمال اور مخلص اساتذہ کرام کی ایک جماعت فراہم کر دی۔ ان فرشتہ صفت جماعت اساتذہ کی وجہ سے آج دارالعلوم حقانیہ کی شان و مقام قابل رشک ہے۔ اللہم زد فزد۔

مرحوم نہایت متواضع اور طلبہ کے ساتھ نہایت بے تکلف اور ان پر ماں باپ جیسے مہربان تھے۔ مگر اس کے باوجود اسباق اور امتحانات میں آپ کسی طالب علم کی ادنیٰ رعایت بھی روا نہیں رکھتے تھے۔ امتحانات

میں سختی کرنے پر آپ طلبہ دارالعلوم میں بہت مشہور تھے۔ اور یہ آپ کا نمایاں وصف تھا۔ بارہا آپ کو دیکھا گیا ہے کہ امتحان ہال میں نقل یا دیگر بے راہ روی کی وجہ سے آپ طالب علم کو مار مار کر باہر نکال دیتے اور اسی وجہ سے دارالعلوم کے امتحانات کا فی نظم و نسق سے ہوتے تھے۔ امتحانات کے نتیجہ میں آپ لا یخافون لومۃ لائم کے وصف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ اپنے خادم خاص اور قریب ترین طالب علم کو بھی بلا جھجک فیل کرتے جب کہ وہ پاس کرنے کے قابل نہ ہوتا۔

شاگردوں سے بے پناہ محبت تھی۔ اسی وجہ سے تلامذہ اور ان کے درمیان تکلف نام کا بھی نہیں تھا۔ طلبہ کو اپنی جیب سے کھلایا کرتے تھے۔ اور طلبہ بھی بکثرت آپ کی دعوتیں کیا کرتے تھے اور بے تکلفی اور محبت و شفقت کی بنا پر وہ بھی دعوت کے لئے کہا کرتے تھے۔ مگر کھانا بہت کم تناول فرماتے۔ ایک بار میں نے بے تکلفی سے کہا۔

حضرت! دعوت کے لئے کہتے ہیں مگر کھاتے نہیں۔

فرمایا۔ ہم اخلاص دیکھنا چاہتے ہیں کھانا نہیں۔

حضرت دامت برکاتہم کی ظرافت و خوش طبعی بے مثال تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی غرض سے آپ نے عبدالخیل اور کھنڈخیل ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کا سفر کیا جس میں دارالعلوم کے سابق استاد حضرت مولانا فضل مولیٰ صاحب، کے علاوہ دارالعلوم کے بعض طلباء بھی ہمراہ تھے۔ مجھے بھی اس موقعہ پر رفاقت و خدمت کا خوب موقعہ ملا۔ مرحوم ظرافت و خوش طبعی، اجتماعی معاملات، رفقاء کے حقوق، آداب سفر، مزاج شناسی، تواضع اور حسن اخلاق کے ایک حسین پیکر بن کر سامنے آئے۔

اپنی مثالی علمی پختگی کی وجہ سے تادم واپسیں دارالعلوم حقانیہ میں ترمذی شریف ج ۲ طحاوی شریف ہدایہ اخیرین وغیرہ اعلیٰ کتابیں پڑھاتے رہے۔ اور بالآخر حقانیہ ہی میں حقانی آسمان کا یہ درخشندہ ستارہ ۱۹۸۰ء میں بالآخر موت کا شکار ہو گیا۔

آخر میں آپ کے بارے میں اپنا وہ تاثر نذر قارئین کرتا ہوں جو الحق کے سوالنامہ کے جواب میں ۱۹۷۲ء میں احقر نے قلمبند کیا تھا۔ احقر نے آپ سے ہدایہ اخیرین، طحاوی شریف اور ترمذی شریف ج ۲ وغیرہ کتابیں پڑھی ہیں۔ آپ تمام فنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ متعلقہ کتب ایسے طرز سے پڑھاتے ہیں کہ اسباق دل کی گہرائیوں میں بٹھا دیتے ہیں۔ آپ بڑے مشفق و متقی تھے۔ اور نہایت متواضع۔ کسی قسم کی دھمکی اور ناہموار فضا آپ کے قدموں کو جادۂ حق سے ڈگمگا نہ سکی۔ آپ بھی اخلاق و کردار اور عبادات و اطوار میں اکابر کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔

مختصر سوانح | حضرت الاستاذ کی مختصر سوانح۔ استاذ محترم الولد سر لابیہ کے صحیح مصداق مدیر الحق حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم استاد حدیث دارالعلوم حقانیہ سے سنئے:۔

آپ ۱۹۸۰ء کے الحق کی ادارتی تحریر میں رقمطراز ہیں۔

مولانا مرحوم ۱۹۱۹ء میں بمقام شالفین ضلع سوات ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوتے۔ والد ماجد کا نام مولانا عنایت اللہ صاحب تھا۔ اسی خاندان کے حضرت مولانا سید احمد صاحب عرف شالفین صاحب حق المتوفی مکہ معظمہ سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ آپ کے ماموں تھے۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے تقریباً تیس برس قبل دارالعلوم حقانیہ کی تدریس کے فرائض سنبھالے۔ اور بہت جلد طبقہ علیا کے ممتاز اساتذہ میں شمار ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی پھر ۱۹۴۳ء میں آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا تین سال رہ کر وہاں کے اساتذہ سے تکمیل علوم کی۔ کچھ عرصہ سہارنپور کے ایک دارالعلوم میں تدریس کی۔ آٹھ سال تک حکمت آباد کے مولانا میاں مسرت شاہ صاحب مرحوم کے ہاں تدریس میں مشغول رہے۔ اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ ہی کے ہو کر رہے۔

مولانا محمد علی صاحبؒ اکابر علماء کی نظر میں | شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم - ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم کے دارالحدیث ہال میں تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے مولانا مرحوم کو شہید علم قرار دیا۔ اور فرمایا کہ مولانا مرحوم مجسمہ اخلاق تھے۔ ہمارے ساتھ معاملہ بھائیوں سے بھی بہتر رہا۔ دارالعلوم میں آپ نے بے تکلفانہ زندگی گذاری۔ طلبا اور اساتذہ سے بے تکلف تھے۔ ہر فن کی ہر کتاب پڑھانے میں ماہر تھے۔ حدیث میں ان کو دسترس حاصل تھی۔ فقہ کی اہم کتاب ہدایہ پچیس سال پڑھاتے رہے۔ نیز فرمایا حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد علی مرحوم کے علمی کمالات، اخلاق، دینداری، حسن سلوک کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

استاذ حدیث استاذ محترم مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم

۱۹۸۰ء کے الحق کے اداریہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا مرحوم ایک مثالی استاذ علم و عمل کی ایک جامع شخصیت اور علوم نبویہ کے عاشق زار تھے۔ آپ کی طلباء سے بے تکلفی اور شفقت مثالی تھی۔ اور اس کے ساتھ ضبط و ڈسپلن اور امتحانات میں سخت گیری اور طلبہ کے احتساب کی بھی مثال نہیں۔ ان کی وفات سے نہ صرف دارالعلوم بلکہ پورا ملک عہد سلف کے ایک معیاری نمونہ اور مثالی شخصیت سے محروم ہو گیا۔

حضرت مولانا فضل اللہ صاحب مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت

آپ نے اپنے تعزیتی خط میں لکھا۔ حضرت مرحوم کی وفات پورے ملک بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کے لئے ایسا زبردست نقصان ہے جس کا تدارک، تلافی مشکل ہے۔ وہ ایک مخلص متقی باعمل عالم فقیہہ تھے۔

توجہ فرمائیے: بعض کرم فرما اپنے مضامین بھدّے قسم کے ٹائپ میں تحریر فرماتے ہیں جو صاف پڑھے نہیں جاتے۔ ازراہ مہربانی مضامین روشنائی سے اور قلم سے تحریر فرمائیے اور ہر صفحہ کے حواشی اسی صفحہ پر لکھئے!

ٹینڈر نوٹس

سرحد فارسٹ ڈیویلپمنٹ کارپوریشن ملاکنڈ سرکل کے رجسٹرڈ شدہ ٹھیکیداروں سے مندرجہ ذیل جنگلات کی کٹائی اوران کی ڈھلائی کے لئے ٹینڈر مطلوب ہیں۔ جو کہ زیر دستخطی کے دفتر میں ۱۹ جولائی ۱۹۸۶ء بوقت گیارہ بجے دن تک پہنچ آنے چاہئیں۔ مزید معلومات کسی بھی وقت دفتر ہذا سے دوران اوقات کار حاصل کی جاسکتی ہے

لاٹ نمبر	نام جنگل	تعداد درختاں	ایستادہ والیوم	طریقہ برآمدگی	نام ڈپو	زربیعانہ / کال ڈپازٹ
31/M	بہا کمپارٹمنٹ غیر 31،30	344	98919	سلیپران	بہا	15,000/-
107/M	لہراول کمپارٹمنٹ غیر 39،25	400	1,08,026	"	سراول	25,000/=
108/M	بچکوٹرہ " " 378،377	810	2,36,291	گیلی جات	ستر نگل	50,000/=
109/M	انزوڑ " " 47،46،45	1232	2,30,311	"	جامرہ	45,000/=
110/M	انزوڑ " " 52،48	286	97,918	"	"	15,000/=
11/M	کالرم " " 45،44	455	1,48 599	"	بہاں پل	20,000/=

مختصر شرائط

۱۔ ریٹ برآمد شدہ حجم کے لئے بحساب فی مکعب فٹ دینا ہوگا۔

۲۔ گیلی جات کی صورت میں ریٹ کوارٹر گرتھ والیوم ہوگا۔

۳۔ ایستادہ والیوم میں ردوبدل ہوسکتا ہے۔

۴۔ کارپوریشن وجہ بتائے بغیر کسی ایک یا سارے ٹینڈروں کو منظور یا نامنظور کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

مینیجر فارسٹ اپریشن

سرحد فارسٹ کارپوریشن ملاکنڈ سرکل

سیدو شریف سوات

INF (P) 1931

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
شریک
آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر
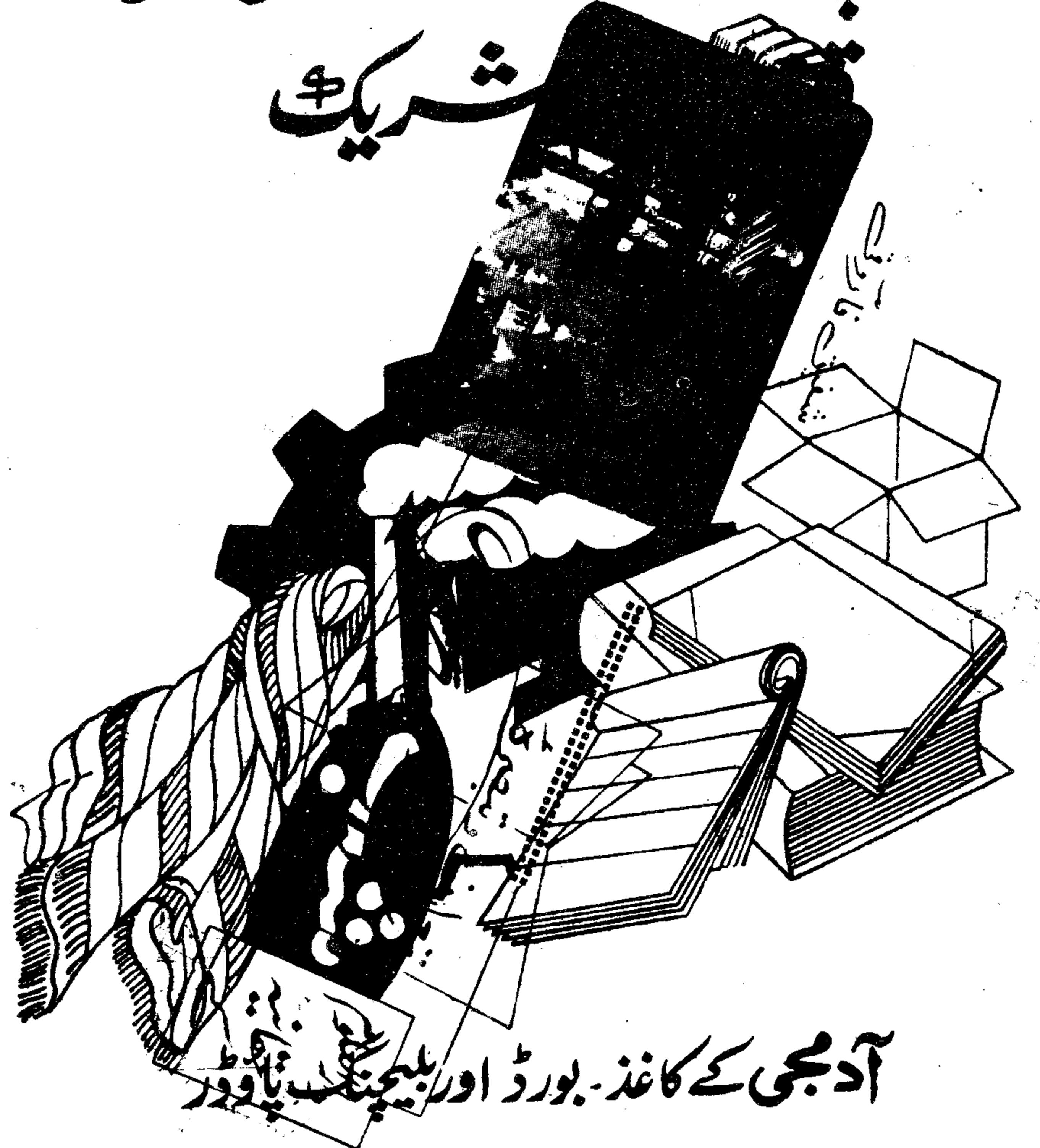
شفیق فاروقی

دارالعُلُوم کے شب و روز

نئے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کے لئے باقاعدہ داخلہ فارم کا اجراء اور اس سلسلہ میں تکمیلی مراحل شدید گرمی کے باعث ہمیشہ کے معمول ۱۰ شوال کی بجائے ۱۵ شوال کو شروع ہوئے جبکہ داخلہ کے خواہشمند طلباء ۸ شوال سے دارالعلوم آنا شروع ہو گئے۔ ۱۵ شوال تک طلبہ کی کافی تعداد جمع ہو گئی طلبہ کی کثرت اور اژدحام کے پیش نظر بعض اساتذہ دارالعلوم نے بھی داخلہ کے مراحل میں انتظامیہ کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔

فارم کی تصحیح، رجسٹروں میں اندراج، شرکائے کتاب کی فہرستیں، ترتیب اسباق تناسب و درجہ بندی۔ تقسیم کتب، رہائش گاہوں کا تعین، کمروں کی تقسیم اور اس سلسلہ کے جملہ متعلقہ امور ذی قعدہ کے اوائل تک مکمل کر لئے گئے۔ چنانچہ ۶ ذی قعدہ کو باقاعدہ طور ختم قرآن اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے درس ترمذی شریف سے دارالعلوم کے لئے نئے تعلیمی سال کا افتتاح ہوا۔ اس تقریب میں دارالعلوم کے اکابر و مشائخ تمام اساتذہ اور طلبہ دارالعلوم شریک ہوئے۔ دارالحدیث میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ دارالحدیث کے وسیع ہال کو اپنی تنگ دامنی کی شکایت رہی۔ طلبہ کافی تعداد میں دارالحدیث کے دروازے کے سامنے والے برآمدے میں بیٹھے ہے۔ اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مفصل خطاب فرمایا۔ جو شریک اشاعت ہذا ہے۔

دوسرے روز سے باقاعدہ طور پر تمام اسباق شروع ہو گئے۔ اور اب تعلیمی اوقات کے علاوہ بھی درسگاہوں دارالحدیث، مختلف احاطوں، چمن اور مسجد میں طلبہ کے مطالعہ و تکرار کے حلقے، عجیب سماں باندھتے ہیں۔

★ سال رواں سے دارالعلوم کے ایک قدیم فاضل اور قابل و لائق مدرس مولانا سیف اللہ حقانی کی بھی بحیثیت مدرس تقرری کر دی گئی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور متحدہ شریعت محاذ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ جو متحدہ شریعت محاذ کے داعی اور کنوینر بھی ہیں کی خصوصی دعوت پر ۲۹ رجون کو ۱۲ مذہبی و سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کے علاوہ سینٹ، قومی اور صوبائی اسمبلی کے اسلام پسند ارکان اور ملک بھر سے اکابر علماء و مشائخ کا جامعہ اسلامیہ

راولپنڈی میں خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ دراصل یہ تجویز و تحریک مولانا سمیع الحق کی تھی۔ انہوں نے سفر مصر وغیرہ سے قبل حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، کے مشورہ سے دعوت نامے جاری کردئے۔ مقررہ تاریخ سے ایک روز قبل سفر مصر وغیرہ سے واپسی پر اجلاس میں شرکت کی۔ جس کے نتیجے میں متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل ہوئی۔ اسی اجلاس میں محاذ کے رہنماؤں نے متفقہ طور پر ۷ رجولائی کو نویں ترمیمی بل اور شریعت بل کے منوانے اور مکمل نفاذ و اجراء کے سلسلہ میں قومی اسمبلی کے ہال کے سامنے ایک عظیم احتجاجی مظاہرہ کرنے کا اعلان کردیا۔ وقت اور وسائل کی قلت کے باوجود الحمد للہ متحدہ شریعت محاذ کے کنوینر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ اور شریعت محاذ کے تمام رہنماؤں کی اپیل پر قوم نے متفقہ طور پر لبیک کہا۔

۷ رجولائی کو نظام شریعت کے پروانوں اور توحید کے متوالوں نے صبح سویرے اسلام آباد پہنچنا شروع ہوگئے ۱۰ بجے تک اسلام آباد کی وسیع سڑکوں پر دنیائے انسانیت کا گویا ایک سیلاب تھا جو امڈ آیا۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ حکومتوں کی رکاوٹوں اور شدید بارش کے باوجود مظاہرین قومی اسمبلی ہال تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ مظاہرین میں زیادہ تر مشائخ، علماء، وکلاء اور طلباء کے علاوہ متشرع حضرات نے شرکت کی۔ جلوس آخر تک برقرار رہا۔ تین گھنٹے تک مسلسل بارش میں قائدین خطاب کرتے رہے۔ اس طرح یہ مظاہرہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی اختتامی تقریر اور دعا پر اختتام کو پہنچا۔

مدیر الحق کی مصروفیات | چونکہ متحدہ شریعت محاذ کی تجویز و تشکیل میں اصل محرک مولانا سمیع الحق ہیں اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ضعف و علالت اور امراض و عوارض کی وجہ سے سارا بوجھ آپ کے کاندھوں پر آن پڑا اس لئے ۷ رجولائی کے مظاہرہ سے تاحال موصوف ملک بھر میں متحدہ شریعت محاذ کی کنوینشنگ، محاذ کو ایک فعال اور بھرپور سیاسی قوت بناکر شریعت بل منوانے اور ایک مضبوط اور ٹھوس لائحہ عمل اختیار کرنے کے سلسلے میں محاذ کے رہنماؤں کے علاوہ ملک بھر کے دینی و سیاسی رہنماؤں سے مشاورت اور خود محاذ کے ارکان کے شدید اصرار کے پیش نظر تاحال سفر پر ہیں۔ اور گذشتہ ہفتہ سے کراچی، سندھ، حیدرآباد اور سکھر وغیرہ تشریف لے گئے ہیں۔

تعمیرات | رمضان المبارک اور شوال میں بحمد اللہ بڑی تیزی سے دارالحفظ والتجوید کی دوسری منزل کی تعمیر بھی مکمل کردی گئی ہے۔ جس میں ۴ درسگاہیں۔ ایک وسیع ہال۔ غسل خانے۔ بیت الخلاء، مطبخ وغیرہ کے علاوہ مسافر طلبہ کے لئے رہائشی کمروں کا انتظام بھی کردیا گیا ہے۔ دارالعلوم کے شعبہ تعلیم القرآن مڈل سکول کو ہائی کا درجہ دینے کے پیش نظر ایک خاص منصوبہ بندی سے دو منزلہ نئی تعمیر کا کام شروع کردیا گیا ہے جس میں درسگاہیں، دفاتر، گودام، مختلف برآمدے اور دیگر متعلقہ کمروں پر کام شروع ہوچکا ہے۔ نئی تعمیرات میں درسگاہوں کی تعداد بڑھا دی گئی ہے تاکہ کلاسوں میں طلبہ کی کثرت تعداد کے پیش نظر اگر انہیں مختلف سیکشنوں میں تقسیم کردیا جائے تب درسگاہیں کافی ہوسکیں قارئین سے تکمیل کی درخواست ہے۔

ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب ۔ اسلامیہ یونیورسٹی ۔ بہاولپور

عبدالمطلب اور بنوخزاعہ کا باہمی معاہدہ

اور

عہد رسالت میں اس کے اثرات

بنوخزاعہ حجاز کے ایک یمنی الاصل قبیلے کا نام ہے بنو جرہم کے بعد عمرو بن لحی کی قیادت میں مکہ پر قابض ہوا۔ اور پھر ایک طویل عرصہ تک کعبہ کی تولیت ان کے پاس رہی: تاآں کہ ایک قریشی سردار قصی بن کلاب نے انہیں مکہ سے بیدخل کر دیا۔ حرم کی تولیت چھن جانے کے بعد یہ قبیلہ مکہ کے گرد و نواح میں آباد ہو گیا [1]

آفتاب رسالتؐ کے طلوع ہونے کے وقت یہی صورت حال تھی: تاہم ان کے ایک سردار بدیل بن ورقہ [2] کا مکہ میں گھر تھا (۳) اس وجہ سے بنوخزاعہ کی مکہ میں آمد و رفت عام تھی۔ جاہلیت اور اسلام میں اس قبیلہ نے بڑے نامور لوگ پیدا کئے ہیں۔ (۴) عرب العاربہ اور اہل کتاب کی تاریخ سے واقفیت ان کا طرۂ امتیاز تھا (۵) پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے اور بسلسلہ تجارت ادھر ادھر کی آبادیوں اور شہروں میں ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔ اور اس وجہ سے یہ گرد و پیش کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔ (۶) ان کی یہ خصوصیت حضور رسالتمآبؐ کی قریش مکہ کے ساتھ کشمکش کے دوران آپ کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوئی کیونکہ بنوخزاعہ نے اپنے افراد کے کفر و اسلام سے قطع نظر کر کے اپنا وزن بوجوہ آنحضرتؐ کے پلڑے میں ڈال دیا تھا۔ اور قریش جو منصوبے آپ کے خلاف بناتے یہ آپ کو ان سے مطلع کر دیا کرتے تھے (۷) جس کے باعث قریش کی سرگرمیوں کا توڑ آپ کے لئے زیادہ مشکل نہ رہا۔ ذیل کی سطور میں یہی بات ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہمارے خیال میں آنحضرتؐ کے ساتھ بنوخزاعہ کے مذکورہ بالا رابطے کی وجہ وہ معاہدہ ہے جو آپ کے دادا جناب عبدالمطلب نے قریش کے مختلف خاندانوں کی باہمی چپقلش سے زخم کھانے کے بعد اپنے ہاتھ مضبوط کرنے کی خاطر بنوخزاعہ سے کیا تھا۔ یہ معاہدہ بنوخزاعہ کے ورقہ بن عبدالعزیٰ ۔ سفیان بن عمرو ۔ ابو بشر ہاجر بن عمر ہاجر بن عبد مناف ۔ عبدالعزیٰ بن قطن وغیرہ ۔ اور عبدالمطلب اور اس کے سات ساتھیوں کی موجودگی میں ہوا۔ اور ابو قیس بن عبد مناف کے ہاتھ سے کتابت ہو کر کعبہ میں آویزاں کیا گیا (۸) اس معاہدے کی عبارت دو روایتوں

کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔ پہلی روایت واقدی کی ہے۔ جو یوں ہے:۔

"باسمک اللھم ۔ یہ حلف عبدالمطلب اور بنو خزاعہ کے درمیان مو خدالذکر کے سرداروں اور اہل الرائے حضرات کے عبدالمطلب کے پاس آنے سے پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔ اس کی رو سے فریقین کے جو لوگ حاضر مجلس نہیں ہیں وہ بھی اس فیصلے پر کاربند رہنے کا اقرار کرتے ہیں۔ جو حاضرین نے کہا ہے۔ بے شک ہمارے درمیان اللہ کے عہد اور قول و قرار ہیں۔ جو نہ تو فراموش کئے جائیں گے۔ اور نہ ان کے خلاف کیا جائے گا۔ باہم ایک دوسرے کی مدد کی جائے گی جب تک کہ وہ ثبیر اور حرا قائم ہیں۔ اور سمندر کا پانی ان کو تر کرتا ہے۔ یہ معاہدہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔" (۹)

بلاذری نے بھی معاہدہ باختلاف عبارت یوں نقل کیا ہے:

یہ خزاعہ اور عبدالمطلب نے باہمی مدد اور غم خواری پر معاہدہ کیا ہے۔ جو اس وقت تک قائم رہے گا جب تک سمندر ان کو تر کرتا رہے گا۔ فریقین کے بوڑھے، بچے، حاضر، غائب سبھی اس معاہدے میں شریک ہیں۔ اور میثاق پر پوری تاکید کے ساتھ دستخط کرتے ہیں۔ اور دوستی کی ایسی گرہ لگاتے ہیں جسے نہ توڑا جا سکتا ہے اور نہ کوئی توڑے گا جب تک سورج کوہ ثبیر کو منور کرتا رہے گا۔ اور اونٹ وادیوں میں آوازیں نکالتے رہیں گے۔ اور سورج و چاند قائم رہیں گے۔ اور مکہ میں انسان آباد رہیں گے۔ یعنی یہ حلف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ بے شک عبدالمطلب، اس کے بیٹے اور ان کے رفقائے کار اور بنو خزاعہ کے سب افراد ایک دوسرے کے مثل ہیں۔ ایک دوسرے کے دست و بازو اور ممد و معاون ہیں۔ پس عبدالمطلب پر واجب ہے کہ وہ بنو خزاعہ کی ہر ایسے شخص کے خلاف مدد کرے جو ان کی مخالفت میں اٹھے۔ خواہ وہ خشکی پر ہو خواہ سمندر میں۔ خواہ ہموار زمین پر ہو یا سنگلاخ زمین پر۔ اور بنو خزاعہ پر واجب ہے کہ عبدالمطلب، اس کی اولاد اور ان کے ساتھیوں کی مدد کریں خواہ وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں۔ سنگلاخ زمین پر ہوں یا ہموار میدانوں میں۔ اس معاہدے پر فریقین نے اللہ کو اپنا کفیل بنایا ہے۔ اور وہ اعتماد اور بھروسے کے لئے کافی ہے۔" (۱۰)

جناب عبدالمطلب تاعمر اس معاہدے پر کاربند رہے۔ اور اپنے بعد اپنے فرزند زبیر کو بھی وصیت فرمائی جیسا کہ ان کے درج ذیل اشعار سے ظاہر ہے۔

ساوصی زبیرا ان انتنی منیتی　　　باسماك ما بینی و بین بنی عمرو

وان تحفظ العهد الوکید بجهده　　　ولا یلحدن فیه بظلم ولا غدر

ترجمہ:۔ میں جلد ہی زبیر کو وصیت کروں گا کہ اگر مجھے موت آجائے تو اس معاہدے کو جو میرے اور بنو عمرو (خزاعہ) کے درمیان ہوا ہے۔ قائم و دائم رکھے اور اس کے ساتھ چمٹا رہے۔

اسے چاہئے کہ پوری مستعدی کے ساتھ اس معاہدے کی حفاظت کرے اور ظلم و غداری کے باعث، اس کے

تقاضے پورے کرنے سے پہلوتہی نہ کرے۔

جناب زبیر بن عبدالمطلب بھی تاعمر اس معاہدے پر کاربند رہے۔ اور بوقت موت اپنے بھائی ابوطالب کو ایسی ہی وصیت فرمائی جنہوں نے اپنے بعد یہ ذمہ داری جناب عباس کو سونپ دی (۱۴)

ہجرت کے بعد حضور رسالت مآب ؐ کی کفار مکہ و دیگر قبائل عرب سے مسلح کش مکش کا آغاز ہوا تو بہت دلچسپ صورت پیدا ہو گئی۔ اس معاہدے کے مطابق جناب عباس بنو خزاعہ کے حلیف تھے اور دیگر ہاشمی ان کی ماتحتی میں اس معاہدے میں شریک تھے جو خود فکری طور پر منتشر تھے۔ سیدنا علیؓ، سیدنا حمزہؓ وغیرہ آں حضرت ؐ کے ساتھ تھے جب کہ خود جناب عباس اور ان کا ایک بھائی ابولہب دیگر بہت سے ہاشمیوں کے ساتھ آنحضرت ؐ کے مخالف کیمپ میں تھے۔ اس صورت حال میں بنوخزاعہ کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ مذکورہ معاہدے کی رو سے وہ ہاشمیوں کے کس گروپ کا ساتھ دیں۔ تاہم جنگ بدر نے ان کی یہ مشکل حل کر دی۔ اس جنگ میں شکست کی خبر سن کر ہاشمیوں کا سردار ابولہب چل بسا۔ اور اس کی وفات سے بنو ہاشم کی سرداری جناب عباس کے حصہ میں آ گئی جو بقول مورخین پہلے ہی بنوخزاعہ اور عبدالمطلب کے درمیان ہونے والے معاہدے کی رو سے بنوخزاعہ کے حلیف تھے۔

جناب عباس اس موقع پر مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک جنگی قیدی کی حیثیت سے مدینہ میں مقیم تھے۔ محسوس ہوتا ہے کہ ان ایام میں آنحضرت ؐ اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے رویے میں ایک واضح تبدیلی ہوئی ہے۔ آنحضرت کو وہ اس سے پہلے اپنے دیگر افراد خاندان کی طرح ایک فرد، لیکن عقائد و نظریات کے لحاظ سے دوسروں سے ہٹا ہوا، قریش کے ہاتھوں ستایا ہوا بے یار و مددگار اور مدینہ میں ایک پناہ گزین کی حیثیت سے مقیم اور ایک مہاجر تصور کرتے تھے۔

بدر میں آنحضرت ؐ کی فتح سے ان پر بخوبی واضح ہو گیا کہ اب آپ قریش کے ستائے ہوئے، عام ہاشمی اور مدینہ میں ایک پناہ گزین نہیں رہے بلکہ آپ ایک ایسے طاقت ور رہنما بن چکے ہیں جو بنو ہاشم کی حمایت کے محتاج نہیں ہیں۔ اور اپنے اثر و رسوخ کا دائرہ قریش سے باہر اس قدر پھیلا چکے ہیں کہ اس کے بل بوتے پر قریش جیسی عظیم طاقت کو ناک چنے چبوا سکتے ہیں۔ جناب عباس جو خود بھی ایک تاجر تھے۔ بخوبی سمجھ گئے کہ اس طاقتور پوزیشن سے مدینہ میں رہتے ہوئے آپ ؐ اہل مکہ کی تجارت کا خاتمہ کر کے انہیں بھوکوں مار کر اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اور جناب سمجھ چکے تھے کہ یہ جو کچھ ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ سب معجزہ کی طاقت اور خدا کی نصرت ہے جو نبوت کی صداقت اور حقانیت کی دلیل ہے۔ چنانچہ یعقوبی کے مطابق اسی قیام مدینہ کے دوران خفیہ طور پر مسلمان ہو گئے تھے۔

دوسرے مورخین نے خاص اس موقع پر آپ کے قبول اسلام کا تذکرہ نہیں کیا تاہم بعد از بدر ان کی ریکارڈ

سرگرمیوں سے (۱۴) بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ ان کی ہمدردیاں حضور رسالت مآبؐ کے ساتھ ہو گئی تھیں۔ نتیجتاً ان کے حلفاء یعنی بنو خزاعہ جو اس سے قبل کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ کہ قریش اور آں حضرتؐ کی کش مکش میں کس کا ساتھ دیں (کیونکہ دونوں طرف ہاشمی موجود تھے) جناب عباس کے اتباع میں حقانیت اور نبوت کے دلائل دیکھ کر آنحضرتؐ سے منسلک ہوگئے اور ان کی ہمدردیاں بھی مدینہ کی جانب منتقل ہوگئیں۔ یہ ایک بہت بڑا واقعہ تھا جس نے آنحضرتؐ کی مشکلات کو آسانیوں میں بدل کر ان کے لئے کامیابیوں کے دروازے کھول دیئے۔ اور صرف ۶ سال کے عرصہ میں مغرور و سرکش قریشیوں کو اسلام کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ جیسا کہ سطور ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

قریش کو جنگ بدر میں عبرت ناک شکست ہوئی تو اس کا بدلہ لینے کے لئے انہوں نے بھرپور تیاری کر کے مدینہ پر چڑھائی کے ارادے سے مکہ سے کوچ کیا۔ بنو خزاعہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو ان کا ایک سردار عمرو بن سالم تیز رفتاری کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا۔ قریش ابھی ذوطویٰ (۱۵) میں تھے کہ وہ ان سے آگے نکل گیا۔ مدینہ پہنچ کر آنحضرتؐ کو قریشی لشکر کی مکہ سے روانگی کی خبر دے کر انتہائی سرعت سے واپس ہوا کہ قریش ابھی بطن رابغ تک ہی پہنچے تھے جو مدینہ سے چند راتوں کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ابوسفیان نے جب اسے واپس آتے ہوئے دیکھا تو کف افسوس ملتے ہوئے کہنے لگا کہ یقیناً عمرو مدینہ والوں کو ہماری روانگی کی خبر دے کر آرہا ہے۔ تاہم وہ عمرو کے مرتبے کے باعث اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکا۔ اگرچہ اس کا اچانک حملے کا خواب پریشان ہوچکا تھا (۱۶)

بنو خزاعہ کی اس بر موقع مدد کے باوجود بعض دیگر وجوہ کے باعث جنگ احد میں جناب رسالتمآبؐ اور ان کے اصحاب کو نہایت تکلیف دہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ ابوسفیان اپنی کامیابی پر پھولا نہ سما رہا تھا۔ فتح کے نشے میں وہ بھول گیا کہ اسے مسلمانوں کے مرکز مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا نادر موقع ہاتھ آگیا ہے جو میدان جنگ سے دو تین میل کے فاصلے پر واقع تھا اور زخمی و شکستہ حال مسلمان قطعاً اس کے دفاع کے قابل نہ تھے اس کا یہ نشہ مسلمانوں کے لئے باعث رحمت ثابت ہوا۔ انہیں اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور صورت حال کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا۔ کیونکہ انہیں پتہ چل چکا تھا کہ ابوسفیان اپنی فوج کے ساتھ مکہ واپس جا رہا ہے تاہم وہ ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اپنے لشکریوں سے مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادے کا اظہار کیا۔

آنحضرتؐ کو یہ خبر عبداللہ بن عمرو المازنی کے ذریعے ملی (۱۷) تو صورت حال ایک دم بدل گئی۔ اہل مدینہ جو پہلے ہی شہداء پر نوحہ خواں تھے اور زخمیوں کی دیکھ بھال میں الجھے ہوئے تھے۔ اس نئے خطرے سے بمشکل عہدہ برآ ہو سکتے تھے۔ لیکن جناب رسالت مآب نے کمال حوصلے اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں

کو فوری کوچ کا حکم دیا۔ اور حمراء الاسد نامی جگہ پر پہنچ گئے۔ (۱۸) آپ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ ایک شکست خوردہ لشکر کے جس کی تعداد شہدا اور زخمیوں کو نکال کر بمشکل چھ سو رہ گئی تھی ۳ ہزار کے فاتح لشکر سے اپنی شکست کے اگلے ہی روز نبرد آزما ہونے کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اس لئے آپ نے ایک خزاعی معبد بن ابی معبد کی خدمات حاصل کیں جو تا حال مشرک تھا۔ معبد نے کفار کے لشکر میں جاکر پروپیگنڈہ کی جنگ لڑی۔ اور اس طرح کی خبریں پھیلائیں کہ جناب رسول اللہ ؐ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ کفار کا پیچھا کر رہے ہیں۔ کہ میں نے پہلے کبھی اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا ان کے ساتھ مدینہ کے وہ تمام افراد موجود ہیں جو احد کی جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

معبد نے اپنی باتوں سے کفار کو اس قدر خوفزدہ کیا کہ ابوسفیان نے اس بات میں بہتری سمجھی کہ میدان احد کی فتح پر قناعت کرکے جلد از جلد مکہ پہنچ جائے۔ اور پیچھا کرنے والی مسلم فوج کے ہاتھوں شکست کھا کر ذلیل و خوار نہ ہوجائے۔ ابوسفیان کے سوئے مکہ اس کوچ کی خبر معبد نے ایک اور خزاعی کے ذریعے آنحضرت ؐ کو حمراء الاسد پہنچا دی۔ اور آپؐ اطمینان سے ایک فاتح کی حیثیت سے مدینہ واپس تشریف لے گئے (۱۹)

احد کی شکست کے بعد مسلمانوں اور ان کے شہر کو مکمل تباہی سے بچانے کے بعد بنو خزاعہ ایک ایسی ہی صورت حال میں ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کی امداد و حمایت میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ سبھی جانتے ہیں کہ وہ جنگ خندق کے ایام مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ کے نازک ترین ایام تھے۔ قریش دیگر مشرکین عرب اور یہود کا متحدہ لشکر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے عزائم کے ساتھ مدینہ کو گھیر چکا تھا۔ صورت حال اس قدر نازک تھی کہ بڑے بڑوں کا پتا پانی ہوچکا تھا۔ قرآن "بلغت القلوب الحناجر" (۲۰) کے الفاظ کے ساتھ اس ہیبت اور دہشت کا ذکر کرتا ہے جو مسلمانوں پر ان دنوں طاری تھا۔ قریش نے سارے عرب میں گھوم پھر کر دس ہزار کا لشکر اس ہوشیاری سے تیار کر لیا تھا کہ جناب رسالت مآبؐ کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔

جناب عباس جو جنگ احد کے لئے قریش کی تیاریوں کی خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بروقت دینے میں کامیاب ہوگئے تھے (۲۱) اس مرتبہ شاید سخت نگرانی میں رکھے گئے تھے کہ وہ بھی ان تیاریوں کی خبر آپ کو نہ پہنچا سکے

آپ غور فرمائیے کہ جس لشکر سے مسلمان خندق کے اندر بیٹھے ہوئے کانپ رہے تھے۔ اگر خندق کے بغیر اس کے ساتھ ان کا سامنا ہوجاتا تو کیا صورت حال ہوتی (۲۲) یہ خندق کھودنے کا موقعہ یعنی مدینہ اور مسلمانوں کے کامیاب دفاع کا موقع جناب رسول کریمؐ کو بنو خزاعہ نے فراہم کیا۔ وہ قریش کی آنکھوں میں دھول جھونک کر مکہ سے ۴ روز میں مدینہ پہنچے۔ اور قریش کا پروگرام آپ کے سامنے پیش کردیا۔ (۲۳) آپ نے فوری طور پر ساتھیوں سے مشورہ کرکے خندق کھودنے کا حکم جاری فرمایا۔ اور ۶ روز کی انتھک محنت سے قریش کے مدینہ پہنچنے سے پہلے مکمل کرکے انہیں ورطہ حیرت میں ڈال دیا (۲۴)

قریش پہنچے تو اس غیر متوقع صورت کو دیکھ کر دانتوں میں انگلی دبا کر بیٹھ گئے اور پھر بیٹھے ہی رہے۔ تاآں کہ ان کا سامان رسد ختم ہو گیا۔ اور واپسی کے لئے کوچ کے سوا کوئی اور چارہ کار باقی نہ رہا۔

جنگ خندق کے بعد آنحضرتؐ کی زندگی کا اہم واقعہ حدیبیہ میں رونما ہوا ہے۔ جہاں آپ نے بغیر جنگ لڑے قریش پر ایک ایسی فتح حاصل کی قرآن جسے فتح مبین کے الفاظ سے ذکر کرتا ہے (۲۵)۔ آں حضرتؐ کو اتنی بڑی فتح دلوانے سے بنو خزاعہ نے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ہوا یوں کہ جب آپ بغرض عمرہ ۱۴۰۰ یا ۱۶۰۰ اصحاب کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تو بسر سفیان خزاعی کو اس ہدایت کے ساتھ آپؐ نے مکہ بھیجا کہ وہ اس سفر پر اہل مکہ کا ردعمل معلوم کر کے آئے۔ بسر نے اپنا کام کمال ہوشیاری سے سرانجام دیا۔ وہ مکہ پہنچا۔ اہل مکہ کے عزائم معلوم کئے۔ ان کے رازوں تک رسائی حاصل کی۔ اور جب آنحضرتؐ عسفان پہنچے تو اس نے آپ سے ملاقات کر کے درج ذیل رپورٹ پیش خدمت کی۔

"قریش نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنے حلیفوں کو مدد کے لئے بلا لیا ہے۔ اور جنگی لباس پہن کر مکہ سے باہر بلاح میں اپنا کیمپ لگا لیا ہے۔ انہوں نے خالد بن ولید کو ۲۰۰ سواروں کے ساتھ آپ کا راستہ روکنے کے مشن پر الغمیم بھیج دیا ہے۔ نیز بلاح سے وندنک کی پہاڑی چوٹیوں پر دس جاسوس متعین کر رکھے ہیں جنہوں نے پیغام رسانی کے لئے خفیہ اصطلاحات وضع کی ہوئی ہیں۔ اگر ان میں سے کسی نے بھی آپؐ کا لشکر دیکھ لیا یا کوئی مشتبہ گری ان کے نوٹس میں آگئی تو وہ خفیہ کوڈ میں یہ خبر اپنے سے پچھلے جاسوس کو پہنچا دے گا۔ وہ اپنے سے پچھلے کو۔ اور اس طرح آناً فاناً یہ خبر بلاح میں قریش کو پہنچ جائے گی۔ جو اس پر فوری اقدام کے لئے تیار ہوں گے۔" (۲۶)

آنحضرتؐ کو اگر یہ خبر نہ ملتی تو آپ بے خبری میں آگے بڑھتے رہتے اور ۲۰۰ سواروں کا دستہ آپ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا۔ کیونکہ اتنا بڑا گھوڑ سوار دستہ شاید اس سے قبل عرب میں نظر نہیں آیا تھا۔ اگر آپ اس سے بچ جاتے یا اسے شکست دے کر آگے بڑھ جاتے تو جونہی آپؐ جاسوسوں کی نظر میں آتے۔ اگلے ہی لمحہ آپ کے نیم مسلح اور سفر کی تھکان سے چور اصحاب تازہ دم اور پوری طرح مسلح کفار کے نرغے میں آجاتے جنہیں اپنے گھر کی دہلیز پر لڑنے کا نفسیاتی فائدہ بھی ہوتا جیسا کہ کہتے ہیں کہ اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔ ایسی جنگ کا متوقع نتیجہ معلوم کرنے کے لئے کسی لمبے چوڑے غور و خوض کی ضرورت نہیں ہے۔

آفریں ہے بسر پر جس نے تمام خفیہ باتیں آپ کو پہنچا دیں۔ اور آپؐ نے ایک ایسا راستہ اختیار کر لیا جو خالد کے دستے اور جاسوسوں کی کمین گاہوں سے ہٹ کر آپ کو اس طرح مکہ کی دہلیز پر لے گیا کہ اہل مکہ کے سارے انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے۔ دفعتہً آپ کو سامنے پا کر ان کی جارحیت دفاع میں بدل گئی

...لمان چھوڑ کر قلم اور کاغذ کے ساتھ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور وہ معاہدہ طے پا گیا جسے
...مبین کہا گیا ہے۔

اس معاہدے میں قبائل عرب کو آزادی دی گئی کہ وہ چاہیں تو قریش کے حلیف بن جائیں۔ اور چاہیں تو مسلمانوں
... بنو خزاعہ نے اس مشق کے تحت مسلمانوں کے حلیف ہونے یعنی تجدید حلف کا اعلان کر دیا۔ (۲۷) اور معاہدے
... شق فتح مکہ کا سبب بن گئی۔ جب کہ معاہدے کی رو سے مکہ کو فتح کرنا ایک خواب کی حیثیت اختیار کر گیا تھا
... جانبین کے درمیان کئی سال کے لئے لڑائی بند کیے جانے پر اتفاق ہو چکا تھا۔ (۲۸)

ہوا یوں کہ قریش کے حلیف بنو بکر نے قریش کی مدد سے بنو خزاعہ پر زیادتی کی۔ اور ان کے کئی افراد قتل کر دیئے
... بن ورقہ اور عمرو بن سالم اپنے مصائب کی داستان سنانے کے لئے مدینہ پہنچ گئے۔ (۲۹) عمرو نے اس موقع پر
... اشعار پڑھے وہ کتب تاریخ سیرت میں محفوظ ہیں (۳۰) ان اشعار میں اس نے معاہدہ حدیبیہ کا حوالہ دینے کی
... نے اس معاہدے کے حوالے سے مدد طلب کی جو عبدالمطلب اور بنو خزاعہ کے درمیان ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے
... معاہدے کی پاسداری کرتے ہوئے مدد کا وعدہ فرمایا اور کماحقہ تیاری کر کے مکہ پر چڑھائی کی جس کے نتیجے میں
... فتح اور قریش مفتوح ہو گئے جو آپ کی سب سے بڑی کامیابیوں میں سے ایک تھی۔ گویا آنحضرتؐ کے لئے مکہ کا
... وازہ بنو خزاعہ کے نعرہ نے وا کیا۔ اور عبدالمطلب کے ساتھ ہونے والا ان کا معاہدہ اس فتح کا بنیادی سبب
...تا ہے۔

ہم اپنی گذارشات کے اختتام پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس کے بعد مسلمانوں کے مکمل تباہی سے بچانے والے
...ندق میں قریش کے اس عزم کو کہ "مسلمانوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے" ناکام بنانے والے، حدیبیہ
... حضور نبی کریمؐ کو فتح مبین سے ہمکنار کرنے والے اور فتح مکہ کا سبب بننے والے بنو خزاعہ جس عزت و
...م کے مستحق ہیں ہم اس کا عشر عشیر بھی انہیں نہیں دے سکے۔ حالانکہ آنحضرتؐ کے لئے ان کی خدمات آب زر
... لکھنے کے قابل ہیں ۔

مولانا عبدالقیوم حقانی

تبصرۂ کتب

۱۔ لمحات النظر فی سیرت الامام زفر
۲۔ بلوغ الامانی فی سیرت الامام محمد بن حسن الشیبانی۔
۳۔ حسن التقاضی فی سیرت الامام ابی یوسف القاضی۔
۴۔ الحاوی فی سیرت الامام ابی جعفر الطحاوی

تالیف۔ علامہ محمد زاہد الکوثری المصری
پتہ۔ ایچ۔ ایم سعید کمپنی۔ ادب منزل پاکستانی چوک۔ کراچی
صفحات:۔ ۴۰، ۸۴، ۱۰۲، ۴۴

یہ چاروں عربی رسالے علامہ زاہد الکوثری مصری کے شاہکار تصانیف ہیں۔ علامہ کوثری مصر کے نہایت جلیل القدر شخصیتوں سے ہیں۔ تحقیق و تمحیص ان کا حصہ ہے۔ کتب تاریخ کی جزئیات تک پر ان کی نظر نہایت وسیع ہے۔ جب لکھتے ہیں تو ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں۔ استاد ابوزہرہ مصری جو متعدد تحقیقی اور تنقیدی کتابوں کے مصنف ہیں علامہ کوثری کے شاگرد ہیں۔ علامہ کوثری عربی کے زبردست انشا پرداز ہیں۔ زور کلام، روانی سخن اور خطابت ان کی تحریر کا جوہر ہے۔ علامہ کوثری تحقیق و ریسرچ کی خشک وادی کو اپنے خامہ آفرین قلم سے باغ و بہار بنا دیتے ہیں۔ ادب، فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر، روایات اور رجال و اشخاص پر ان کو مکمل عبور حاصل ہے۔
زیر تبصرہ رسالے مختصر ہونے کے باوجود جامع ہیں جن میں ان کی تحقیق و تنقید نے کسی بڑے سے بڑے شخص سے بھی رعایت نہیں برتی۔ انہوں نے سب کے اقوال پرکھے۔ نقد و نظر کی کسوٹی پر کستے اور پھر خود جو رائے قائم کی بلاخوف لومۃ لائم صفائی کے ساتھ اسے بیان کر دیا۔ نطق و فکر کی یہ بیباکی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس سے خدا نے انہیں نوازا ہے۔

ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی نے نہایت دیدہ زیب اور خوبصورت طباعت کے ساتھ شائع کر کے علمی ادبی، تاریخی، فقہی اور قانونی حلقوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ خدا کرے کہ اہل علم زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین کے پارچہ جات
مرد و زن کے ملبوسات کیلئے موزوں حسین کے پارچہ جات، شہر کی ہر بڑی دکان پر دستیاب ہیں۔
حسین کے خوبصورت پارچہ جات نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹیڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
SOHRAB
سُہراب

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE
EAGLE IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

کھادوں
یوریا
کی خصوصیات
کماد، تمباکو، کپاس اور ہر قسم کی سبزیات ۔
لمیٹڈ
لاہور
57879

دفتر 4th فلور
فون ——— 512342